# صدق

کی

# اہمیت

اور

# افادیت

آیۃ اللہ علامہ سید ابن حسن نجفی

# صدق

کی

# اہمیّت

اور

# اِفادیّت

حضرت آیۃ اللہ علامہ سید ابنِ حسن نجفی

ناشر

ادارہ تمدّنِ اسلام

جملہ حقوق محفوظ

# "صدقے کی اہمیّت اور افادیّت"

تحریر

حضرت آیۃ اللہ

علاّمہ سیّد ابنِ حسن نجفی

پیشکش ———— سید شمس نجفی

تزئین ———— انور کمال

کتابت ———— سید جعفر صادق

ناشر

ادارہ تمدنِ اسلام۔ کراچی پاکستان

ملنے کا پتہ

خراسان بک سینٹر

۱۲۔ سنیعہ آرکیڈ        بریٹو روڈ        کراچی ۷۴۸۰۰

فون: ۷۲۱۴۷۱۷۔ ۷۲۲۱۷۱۸

# فہرست


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ① | شرحِ آرزو | ۵ |
| ② | صدقے کا عوامی تصور | ۷ |
| ③ | اصلیت کیا ہے ؟ | ۱۵ |
| ④ | پھر ہونا یہ چاہئیے ! | ۱۹ |
| ⑤ | ایک دوسرے کی مدد ! | ۲۷ |
| ⑥ | کچھ انفاق کے بارے میں | ۳۳ |
| ⑦ | صدقے کے متعلق کچھ اور باتیں | ۵۳ |
| ⑧ | قرآن کی روشنی میں ! | ۶۵ |
| ⑨ | حدیث کے حوالے سے ! | ۷۹ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| (۱۰) | ہاں! بھلا کر ترا بھلا ہوگا! | ۸۵ |
| (۱۱) | صدقے کی تہذیب | ۱۰۳ |
| (۱۲) | صدقہ دینے کا سب سے اچھا موقع | ۱۲۳ |
| (۱۳) | ہمارے رہنما کس طریقے سے دوسروں کی مدد فرماتے تھے | ۱۳۱ |
| (۱۴) | حوالے کی کتابیں | ۱۳۹ |

# شرحِ آرزو!

مسئلۂ خمس کی اشاعت کے بعد اگرچہ کہ ادارۂ تمدنِ اسلام نے کئی عمدہ اور کارآمد تحریریں علم دوست حلقوں تک پہنچائیں۔ پھر بھی جی یہ چاہتا تھا کہ فلسفۂ اقتصاد کے اس حصّے کو جسے خمس کہتے ہیں جس عالمانہ آن بان اور استدلال کے نئے طرز و انداز سے سجا کر پیش کیا گیا'۔۔۔۔۔۔ اسلامی معاشیات کے دوسرے اجزا کی توضیح و تفسیر کے لیے بھی اسی منطقی طریقے سے قلم اٹھایا جاتا اور علم و دانش کے پیاسوں کی کچھ اور پیاس بجھ جاتی!

خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ ہماری یہ آرزو۔۔۔۔۔۔ حضرت آیۃ اللہ علامہ سید ابنِ حسن نجفی ہی کے ذریعے پوری ہو گئی!

زیرِ نظر پیش کش "صدقے کی اہمیت اور افادیت"، اسلام کے مالی نظام کے ایک اہم رُخ پر نہایت جامع اور بڑا خوبصورت کام ہے۔

اس کتاب میں پہلی مرتبہ صدقے کو اس کے اصلی رنگ و رُوپ میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاشیات کے حوالے سے اس کے دبے ہوئے گوشوں کو اُبھارنے کی سعی بلیغ نمایاں نظر آتی ہے۔ اور اخلاق و روحانیت کی روشنی میں اس کے چھپے ہوئے پہلوؤں کو روشن کرنے کی کامیاب جدوجہد صاف دکھائی دیتی ہے! ——— اس نے چاہا تو یہ کاوش، فکر کی تعمیرِ نو اور ذہن کی نئی ساخت میں ایک انقلابی نقش ثابت ہوگی ——!

اور ——— اُمّید کہ ہماری محنت بھی پہلے کی طرح قدردانوں سے سندِ قبول حاصل کرے گی۔

ادارۂ تمدّنِ اسلام۔ کراچی

صدقے کا عوامی تصوّر!

مذہبی تعلیم کی کمی ـــــ فقہی ذہن کی نہوُت ـــــــــ

"اُمر بالمعروف" سے دُوری اور "نہی عن المنکر" سے الگ تھلگ رہنے کے سبب ہمارے معاشرے میں بہت سے دینی عقائد و اعمال کا حُلیہ بگڑ کر رہ گیا ! اصلی شکلیں یوں بدلیں کہ نقلی چہروں کا پہچاننا دُشوار ہو گیا ـــــــ بلکہ ذیلی براعظم پاک و ہند کے مسلمانوں نے تو اَن گِنت شعبوں میں غیر مسلموں کی مجموعی اکثریت کا اس طرح اَثر لیا کہ اچھے اچھوں کو نہ اپنی بات یاد رہی اور نہ کبھی یہ احساس جاگا کہ گِرد و پیش کے کیش و آئین نے ان کے خیال و عمل کو باندھ کر اپنے ڈھرّے پر ڈال دیا ہے !

اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ ـــــــــ

بے شُمار ثقافتی قدروں ، رسم و رواج اور افکار و خیالات کے

سلسلے میں ہماری پوری سماج اس بُری طرح ذہنی افلاس کا شکار ہوئی کہ اب کسی آدمی کے لیے یہ بتانا ایک کڑی آزمائش ہے کہ ——

جس فکری ذخیرے کو وہ اپنا مذہبی اثاثہ سمجھ رہا ہے اس میں کتنا حصّہ خالص ہے اور کتنے میں بیرونی اثرات کی ملاوٹ ہوچکی ہے ؟ !

شادی بیاہ، مرنے جینے، رہنے سہنے، آنے جانے اور لینے دینے کا کون سا ایسا معاملہ ہے جس میں کہیں نہ کہیں دوسرے مذاہب — اور — غیر اسلامی روایات کا پیوند نہ لگا ہو —— ؟

صدقے میں بھی ہندو عقیدے کا پچڑ صاف دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ اس فکر انگیز عبادت کے بڑے بڑے اجزا تو پنڈت جی کی مٹھی میں چلے گئے۔ اور جو بچ رہے وہ فال تعویذ والوں نے ہتھیا لیے !

آیئے —— !

اب ذرا —— ہم اور آپ مل کر ایمان داری کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کی ان رِیتوں کا جائزہ لیں جو صدقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاکہ یہ پتہ تو چلے کہ غیروں کی سوچ سے اپنوں کے مزاج پر کیا اُفتاد پڑ گئی ؟

لیجئے —— ! ایک چھوٹی سی فہرست پیشِ خدمت ہے :

(۱) —— کوئی بیمار پڑ جائے تو اس پر سے صدقے کا بھجنگا یا یا کوّا اُتارا جاتا ہے۔

(۲) ——— مریض کے نام پر چیلوں کو گوشت کی بوٹیاں دی جاتی ہیں۔

(۳) ——— شفا کے لیے بچّے کے سر یا چوراہے پر انڈا توڑا جاتا ہے۔

(۴) ——— ردّ بلا کے واسطے گلی کے موڑ پر بکرے کی سری رکھی جاتی ہے۔

(۵) ——— آفت ٹالنے کے لیے کالی مرغی حلال کرکے مہتر یا مہترانی (خاکروب) کو دی جاتی ہے۔

(۶) ——— صحت یابی کے واسطے کٹے ہوئے لیموں میں لونگیں گڑو کر راستے میں رکھوا دیتے ہیں۔

(۷) ——— پانی کا بھرا ہوا گھڑا سامنے رکھ کر اور ایک کپڑے میں پیسے باندھ کر انھیں بیمار کے پیچھے پھینکتے ہیں۔

(۸) ——— بیماری کے دوران یا سفر کرتے وقت روپے پیسے وار کر یا ہاتھ سے چھُوا کر پھیرا لگانے والے فقیر کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔

(۹) ——— دُولھا دلہن پر سے چاہنے والے بڑی بڑی رقمیں نچھاور کرتے ہیں۔ یہ پیسہ صدقہ خوروں کو مل جاتا ہے۔

(۱۰) ——— اسی طرح صدقے کا پُتلا ہے۔ صدقے کا چراغ ہے۔ صدقے کی گڑیا اور صدقے کے ماش ہیں۔ عوام کے نزدیک یہ سب "ردّ بلا" کے مجرب نسخے ہیں!

ان کے علاوہ، تصدق کے کچھ خاص عنوان بھی ہیں۔ مثلاً :

تیرہ تیزی کا صدقہ سلا۔ یا رمالوں اور عاملوں کے بتائے ہوئے صدقات۔ تین گز ہرا کپڑا ___ سوا سیر شکر ___ ایک سفید مرغا ___ اس کے علاوہ بخور، یعنی عود اگر اور لوبان کی دھونی کے لیے نقدی وغیرہ رہے نام اللہ کا!

ہائے ___! یہ بھولے بھٹکے، ارمانوں کے مارے مسلمان، کس درجہ اور کہاں تک ......

ع : سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود ہیں!

## اور سنیئے!

خیر! یہ تو ہوئے صدقہ نکالنے کے مضحکہ خیز طور طریقے!

مگر! تکلیف دہ پہلو وہاں ابھرتے ہیں جہاں ان چیزوں کی بات آتی ہے جو صدقے کے طور پر نکالی جاتی ہیں!

صورتحال یہ ہے کہ جن اشیاء کو صدقہ کہہ دیا جائے، ان سے اچھے خاصے آدمی ڈرنے لگتے ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جس پر سے صدقہ اتارا جاتا ہے اس کی ساری بلائیں صدقے کے مال میں چمٹ کر رہ جاتی ہیں! لہٰذا جس طرح پڑھے لکھے مہذب اشخاص متعدی بیماریوں کے جراثیم سے بچتے ہیں اسی طرح عام لوگ سر پر پیر رکھ کر صدقے سے بھاگتے ہیں!

عشقؔ لکھنوی کا شعر ہے ؎

الگ جا کے بچوں کو بہلاؤ لوگو!

اُترتا ہے صدقہ سرک جاؤ لوگو!

اور سنیئے! جب ہم، لوگوں کو صدقہ نکالنے کی ترغیب دیتے ہیں تو اکثر حضرات ہم سے کہتے ہیں کہ کیسے دیں اور کسے دیں؟ لینے والے ہر وقت تھوڑی موجود ہوتے ہیں ——— !

اور اگر ہم نے یہ کہہ دیا کہ "رکھے رہیں" جب کوئی مل جائے تو دے دیں۔ اس پر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور وہ بڑی معصومیت سے پوچھتے ہیں کہ ——— اچھا! اگر صدقے کی رقم یا سامان گھر میں پڑا رہے تو ہمیں کوئی گزند تو نہیں پہنچے گا۔ نقصان تو نہیں ہوگا؟

ع: ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے؟!

## پھر بات یہاں تک پہنچی!

ان توہمات کے پیچھے وہی ایک سبب ہے کہ جب مسلمان اپنی طرز و روش بھلا بیٹھے تو دوسروں کا رنگ چڑھنا شروع ہوا۔ اور یہاں تک چڑھا کہ نس نس میں اُتر گیا۔ پھر بات یہاں تک پہنچی! کہ ہر آدمی "صَدقے" جیسی نیکی کو "زہر اور قہر" سمجھنے لگا!

آج بھی لکھنؤ جیسے علمی اور تہذیبی شہر میں رہنے والوں کا یہ عالم ہے

کہ خدانخواستہ اگر باہر نکلنے والے کسی بچے کی اچانک طبیعت خراب ہو جائے تو بیماری کی وجہ کے بارے میں گھر والوں کو سب سے پہلے یہ خیال آتا ہے کہ "ہو نہ ہو آسیب ہو" راہ چلتے کہیں صدقہ نانگھ گیا ہو گا!

ع: بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔!

## ہاں! صرف یہی نہیں!

یہ نہ کوئی اہم دریافت ہے اور نہ کسی قسم کا کوئی غیر معمولی انکشاف! سب جانتے ہیں کہ صدقے کی کوئی شکل ہو، کم از کم ہمارے ہاں کلمہ پڑھنے والے ہر حال میں اس سے خوف کھاتے ہیں اور اسے حقارت کی نظر سے بھی دیکھتے ہیں۔ ہاں! صرف یہی نہیں! بلکہ جب کوئی ترنگ میں آکر اپنی ناک کی پھننگ کو آسمان سے لگانا چاہتا ہے تو لہجے میں بل دے کر کہتا ہے: "ہم صدقہ خیرات کھانے والے تھوڑی ہیں۔"

اور اگر اپنے کسی حریف کو نیچا دکھانا ہوا تو اسے "صدقہ خور" والی معاشی گالی دے کر ذلیل و خوار کیا جاتا ہے!

## سچی تصویر!

بہر کیف! یہ تو ہوئے صدقے کے خرافاتی انداز جو عوام میں رائج ہیں۔ لیکن اس عبادت کے اصلی خد و خال دیکھنے کے لیے ہمیں قرآنِ حکیم، مجامع حدیث، فقہی ذخائر اور ان سے تعلق رکھنے والے

علم وادب کی بیش قیمت کتابوں کا بڑی متانت سے مطالعہ کرنا پڑے گا۔

تاکہ ——

اَوہام کے پردے اُٹھیں اور آنکھوں میں کھُب جانے والی ——

سچّی تصویر نظر آجائے !

تو آئیے —— !

ہمّت باندھ کر ذرا کھوج لگائیں —— چھان بین کریں۔

کوشش ہماری۔ مدد اللہ کی !

# اصلیّت کیا ہے؟

موضوع کی اصلیت جاننے کے لیے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دینِ خدا نے انسان کو ایک سنبھلی ہوئی زندگی بسر کرنے کے واسطے کچھ قاعدے قانون بتائے ہیں یا نہیں ــــــ؟

یعنی اس نے فرزندِ آدم کو رہنے سہنے، سوچنے سمجھنے، کھانے کمانے، کرنے دھرنے، ملنے جلنے کے بارے میں کوئی نظام دیا ہے یا ہر آدمی کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ــــــ؟

ہاں! ــــــــــ تو اس کے جواب میں اسلام کے علمی اثاثے کا ایک ایک لفظ زبان بن کر کہے گا کہ راہ و روش، برگ و نوا اور معاش و معاد کے حوالے سے جس طرح کے افکار و اصول، عقائد و مسلّمات اور اچھے عنوان سے عمر گزارنے کے لیے جو اعلیٰ نمونے اور مثالی کردار، کلمہ پڑھنے

والوں کو ملے وہ اِس دُنیا میں کسی کیش و آئین کے ماننے والوں کو نہیں نصیب ہوئے !

دیکھئے ــــــ !

قرآنِ حکیم نے ہمیں جو سبق دیا ہے وہ یہ کہ مذہب صرف چند جانے پہچانے فرائض ۔ گِنے چُنے سماجی امور ۔ بعض مخصوص نوعیت کے عادات و رسوم اور دو چار سالانہ تقریبات کے مجموعے کو نہیں کہتے !

بلکہ دینِ توحید وہ جامع اور مکمّل دستور ہے ۔ جو ابتدا سے انتہا تک جینے مرنے کے ہر موڑ اور ہر موقف پر انفرادی ، اجتماعی ، دُنیوی اور اُخروی ضرورتوں کی تکمیل کا ضامن ہے ۔

جی ہاں ــــــ !

یہ ایک ایسا نظام ہے ۔ اس قسم کا لائحۂ عمل اور اس نوع کا طرزِ حیات ہے ، جس کی بدولت سچّائی اور اچّھائی تلاش کرنے والے ، خداشناسی کی راہ پر لگ جاتے ہیں اور پھر یہ سیدھا راستہ ان کے ذہن و شعور کو خالقِ یکتا کی بتائی ہوئی قدروں ، اس کی دی ہوئی تہذیب ، اس کے مقرر کیے ہوئے معاشرتی آداب ، اس کے پسندیدہ اخلاق و اطوار ، اس کی مرضی کے سیاسی کردار اور اس کی بارگاہ سے شرفِ قبول حاصل کرنے والے مالی ، معاشی اور اقتصادی رویّوں کا رسیا بنا دیتا ہے ــــــ !

# پھر ہونا یہ چاہئیے!

اگر مسلمان ہونے کے ناتے ہم لوگوں نے اللہ کے نام سے صرف اپنی زبان نہیں سجائی ہے! بلکہ سچ مچ اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھتے ہیں۔ دین سے محبّت کرتے ہیں۔ اور اس کے احکام کے وفادار ہیں۔ تو پھر ہونا یہ چاہیئے کہ ہم اپنے ذہن و فکر کو اس سمت و جہت سے مانوس کریں اور سعی و عمل کو وہ رنگ، رُوپ دیں جو قرآن کی طبیعت کے موافق اور شریعت کے مزاج سے میل کھاتا ہو۔ تاکہ عملی اطاعت سے اچھے نتائج ظاہر ہوں اور انجام کار، حالات میں بہتر تبدیلی آئے!

اس کے لیے بس! تھوڑی سی توجّہ درکار ہے۔ اور کچھ نہیں!

غور کیجئے ——— !

جب کھُل کر یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام کی نگاہ میں دُنیا اور

آخرت دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک راہ کے دو مرحلے اور ایک ہی رستے کی دو منزلیں ہیں۔ لہٰذا اب ان دونوں میں تفرقے کے آثار ڈھونڈنے کی جگہ اس مسئلے کے منظر و پس منظر میں توحید و یگانگت کا جو فلسفہ ہے کیوں نا اس کی لہک سے ہم اپنے دل و دماغ میں کیف و انبساط پیدا کریں۔

جس موضوع پر اس وقت بحث و گفتگو ہو رہی ہے اس کا ایک رُخ معاشی مسائل سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا جزوی طور پر مالی اور اقتصادی امور ہی کو لے لیجئے اور اس حقیقت کی سمائی کے لیے دل و دماغ میں قدرے گنجائش پیدا کیجئے کہ

ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخری نبیؐ کی قیادت کے سامنے بھی سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور ان معصوم رہنماؤں کی تعلیمات کو بھی کلیجے سے لگائے پھرتے ہیں جنھوں نے حیات و کائنات کی کوئی ایسی بات نہیں جو نہ بتائی ہو!

اور اگر یہ سب بجا ہے۔ درست ہے۔ برحق ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی معاملے میں بھی آسمانی تعلیمات سے ہٹ کر غیروں کی ڈگر پر چل پڑیں۔

سیاسی، سماجی، مالی اور معاشی مسائل کے بارے میں بھی اسلام نے بڑی روشن روشن راہیں دکھائی ہیں! اور بہت پیاری

پیاری ترکیبیں سجھائی ہیں !

آئیے ـــــــ !

ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کے لیے ہمت سے کام لیں ـــــــ؛

مگر ! اس ضمن میں ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شریعتِ مصطفویؐ کے مالی اور معاشی آداب کی اصل و اساس، اس کا فلسفہ نیز اسلامی اقتصادیات کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟

تاکہ ہم جو کام انجام دیں وہ عرفان و ادراک ، یقین و اطمینان، اعتماد و اعتبار اور خلوص و لِلّٰہیت کا مظہر ہو۔

## ایک خاص بات !

بہت سے لوگ سیاست کی طرح مالی اور اقتصادی مسائل کو بھی دین سے کچھ الگ سمجھتے ہیں ! بلکہ ان سے کسی قسم کے ربط و تعلق کو دین داری اور پرہیزگاری کے خلاف قرار دیتے ہیں !

غالباً اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ غیر عادلانہ طرزِ حکومت، جاگیرداروں کا نظامِ معاشرت اور سرمایہ دارانہ اسلوبِ معیشت سے عوام النّاس اتنے حساس (ALLERGIC) ہوگئے ہیں کہ دھن دولت کا نام آتے ہی تشنّج کا شکار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ہر دور میں دردِ دل رکھنے والوں نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ خانقاہ نشینوں نے اسے صفائے کا دشمن جانا۔ اور زہد کے معاملے کو جن بزرگوں نے بڑی سادگی سے دیکھا، انھوں نے ثروت مندی میں ہزاروں بُرائیاں نکالیں!

حالانکہ اسلام نے معاشیات اور اقتصادیات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ اصول معیّن کیے ہیں۔ قاعدے بنائے ہیں۔ چنانچہ ہمارے فقہی مجموعوں میں مالیات۔ بیع اور مکاسب کی تفصیلات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر استدلالی کتابوں کا گراں قدر ذخیرہ دانشوروں کی فکر و نظر کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتا رہتا ہے!

قرآنِ حکیم نے دولت کو "مقوّماتِ حیات" یعنی، زندگی کو سنبھالنے اور تحفّظ دینے والے عناصر میں شامل کیا ہے ـــــ!

ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي
جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝"

"تم اپنے مال کو جسے اللہ نے تمہارے لیے مایۂ زندگی

بنایا ہے نادانوں، کم عقلوں کے حوالے نہ کرو البتہ انھیں
کھانے پہننے کے لیے دو۔ اور ان سے بھلائی کی باتیں
کیا کرو۔" (سورۂ نساء۔ آیت : ۵)

وَاقِعَہ، یہ کہ سرمایہ نہ ہو تو زندگی ٹھٹھر کر رہ جائے۔ تہذیب دم توڑ دے۔ تمدّن میں جان نہ رہے۔ ترقّیاں رُک جائیں۔ اور خوشحالی نام کی کوئی چیز ڈھونڈھے نہ ملے!

دیکھیے ——— !

سَرورِ اُمَم، خواجۂ رُسل، الفقر فخری کہہ کر اپنے امتیاز کا اعلان کرنے والے مُرشد، حضور احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ذرائع آمدنی کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"لَاخَیْرَ فِیْ مَنْ لَا یُحِبُّ جَمْعَ الْمَالِ مِنْ
حَلَالٍ یَکُفُّ بِہٖ وَجْھَہٗ وَیَقْضِیْ بِہٖ
دَیْنَہٗ وَیَصِلُ بِہٖ رَحْمَہٗ۔"

"بڑا ہی بے فیض ہے وہ آدمی جو اپنی لاج رکھنے، قرضہ
چُکانے اور عزیز رشتہ داروں کی مدد کے لیے جائز طریقے سے
مال جمع کرنے کا خواہش مند نہ ہو۔"

(بحار الانوار جلد ۱۰۰ صفحہ ۷ ۔ فروع کافی جلد ۵ صفحہ ۷۲)

اور سالکِ راہِ رضا، عارفِ منزلِ حق، سرورِ اولیاء جناب امیر المومنینؑ بھی بے مایگی سے پناہ مانگتے ہیں اور مسبب الاسباب کی بارگاہِ ارفع و اعلیٰ سے تونگری کے خواستگار ہوتے ہیں!

آپؑ کی ایک دعا کا یہ جملہ ہماری ہدایت کے لیے بہت ہے:

"اَللّٰھُمَّ صُنْ وَجْھِیْ بِالْیَسَارِ، وَلَا تَبْذُلْ جَاھِیْ بِالْاِقْتَارِ۔"

"بارِ الٰہا! معاشی آسودگی سے نواز کر میری آبرو کی حفاظت فرما۔ اور پروردگارا! اقتصادی کمزوری کے باعث میری حیثیت نہ بگڑنے پائے۔"

(نہج البلاغہ۔ حواشی ڈاکٹر صبحی صالح۔ صفحہ ۳۴۷۔ طبع بیروت)

دراصل جو تموّل ناپسندیدہ اور جس پر نکتہ چینی بجا ہے، وہ اس نوع سے تعلق رکھتا ہے جس کے لیے غیر صحیح ذریعے استعمال کیے گئے ہوں۔ جو قانونی حدوں سے تجاوز کا باعث اور فساد کا سبب بن جائے۔ دوسروں میں احساسِ محرومی پیدا کرے۔ طبقاتی کشمکش کو اُبھارے اور معاشرتی سکون کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔

ہاں! وہ دولت مندی قابلِ مذمت ہے جس سے انحراف کی راہیں کھلنے لگیں اور جو کسی معصیت میں پھنسانے کا موجب بنے۔ نیز اللہ

اس کے رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کے بتائے ہوئے واجبات ادا کرنے سے غافل بنا دے!

یہ تو تھا معاملے کا منفی رُخ۔ اور مثبت پہلو یہ کہ اگر ہاتھ خالی ہو تو ہم عزّت و آبرو کے ساتھ اپنی ذات، اپنے اہل و عیال اور کسی نہ کسی عنوان سے دوسرے وابستہ لوگوں کی ضروریات کیونکر پوری کریں گے؟

اس کے لیے پیسہ ضروری ہے!

پھر بہت سی مالی اور نیم مالی عبادتوں کے واسطے بھی نقد و جنس درکار ہے! مثال کے طور پر زکوٰۃ کے اجر سے محروم رہیں گے۔ خمس کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور دھن دولت کے بغیر حج و عمرہ و زیارات کی سعادت بھی نہیں میسّر آسکتی ——— !

# ایک دُوسرے کی مدد!

سب جانتے ہیں کہ اس دُنیا میں تمام انسان ایک جیسے نہیں ہوتے! تعلیم وتربیت، عقل وفہم، لیاقت وصلاحیت، وسائل وخصائل، وغیرہ وغیرہ۔ بہت سے ایسے عوامل ہیں جن کے باعث آدمی آدمی میں فرق آجاتا ہے۔ اور اس تفاوت کی وجہ سے ہر شخص کے معاشی حالات، سماجی حیثیت اور رہنے سہنے کے طور طریقے بھی مختلف دکھائی دیتے ہیں!

کسی کی آمدنی زیادہ ہے۔ کسی کی کم۔ بعض خُوب کماتے ہیں! اور کچھ لوگ کام کرنے سے معذور۔ کہیں ضرورت سے زیادہ دولت جمع ہے اور خاصے لوگ بُنیادی ضرورتیں تک پوری کرنے کی سکت نہیں رکھتے!

مُختصر یہ کہ، طبیعت، مزاج، حالات، اہلیت اور واقعات کے پیشِ نظر، تاریخ بشری میں اقتصادی ہم آہنگی کا فقدان رہا ہے۔ آج بھی

ہے۔ اور ابھی نہ جانے کب تک یہ حالت باقی رہے؟

اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے جب ہم اسلام کے معاشی نظام کا جائزہ لیتے ہیں تو "ایک دوسرے کی مدد" کے زرّیں قاعدے، نیز "جیو اور جینے دو" کے سنبھلے ہوئے انداز، دل کا دامن کھینچ لیتے ہیں!

دراصل خدا کے دین نے انسان کو زندگی گزارنے کا جو نظریّہ دیا ہے، اس کا رشتہ "تنازع للبقاء" (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کے فلسفے سے نہیں ملتا! اسلام، آدمی کو آدمی کا شکاری بننے کے خیال کی شدّت سے نفی کرتا ہے۔ اور بقائے باہمی پر زور دیتا ہے!

قرآن کا منفرد نظام "تعاون" (COOPERATION) ہے!

یعنی! اسبابِ حیات میں سب کا اشتراک، کفالت، دستگیری، کمک، اور آپس میں ایک کا ایک کو سہارا دینے کے اصول قاعدوں پر عمل۔

جی ——— ! یہ تمام کے تمام ضابطے انسانی ذہن کو وسعت نیز اس کے ضمیر کو روشنی بخشتے ہیں!

کلامِ پاک کے پانچویں سورے، سورۂ مائدہ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔"

"نیکی، بھلائی اور خدا ترسی کے کاموں میں سب کی مدد
کرو۔ اور جس معاملے میں بُرائی، گناہ اور زیادتی دکھائی
دے اس میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرنا۔"

یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانی زندگی کے تحفّظ، احترام اور اس کی بقا کے اہتمام سے زیادہ اور کس کام کو "معیاری کارِ خیر" قرار دیا جا سکتا ہے؟ نیز حیاتِ بشری کو روند کر گزر جانے، اور فرزندِ آدم کی ہلاکت کو خاطر میں نہ لانے سے بدتر اور کیا راہ و روش ہو سکتی ہے؟ پروردگارِ عالم نے اپنے ایک بندے کی جان کو دنیا بھر کے آدمیوں کے برابر قرار دیا ہے!

چنانچہ، خداوند کریم نے اپنی کتاب میں آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل کے ہاتھوں، چھوٹے فرزند ہابیل کے بے خطا قتل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے:

"مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ
وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ
جَمِيْعًا ۭ"

"یہی وجہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ فرمان صادر

کیا تھا کہ جو کوئی قتل کے جرم، یا زمین کا امن وسکون برباد
کرنے کی پاداش کے علاوہ کسی اور سبب سے کسی کی جان
لے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے ایک شخص نہیں بلکہ تمام
انسانوں کا خون کیا ہے۔ اور اگر کسی، نے اپنے کسی ہم نوع
کی جان بچا لی تو وہ پوری انسانیت کا مسیحا مانا جائے گا۔"

(سورہ مائدہ۔ آیت: ۳۲)

دیکھیے ——— !

قُرآنِ حکیم نے "خیر وصلاح" کے ہر شعبے میں ——— ہر جہت سے، ہر طرح کے تعاون کی تلقین کی ہے۔ اور آدمی کو "شکست و ریخت" سے محفوظ رکھنے پر بڑا زور دیا ہے!

اچھّا! تو یہ ہے زیست کے حوالے سے فلسفۂ اسلام کا ایک رُخ! مزید تفصیل میں جائیے تو صرف مالی اور اخلاقی تعاون کے سلسلے میں دفتر کے دفتر کھُل جائیں گے۔

اور کتاب وسنّت نے اس شرح و بسط کو "انفاق" کے عنوان سے پہچنوایا ہے۔

# کچھ اِنفاق کے بارے میں!

پیغمبرِ خاتمؐ نے رسالت کے کام کو بڑے مشکل حالات میں، ایک پراگندہ ذہن، پریشان خیال، بکھرے ہوئے، تتر بتر معاشرے کی بنجر زمین سے شروع فرمایا۔

کون نہیں جانتا کہ عرب میں قبائلی نظام رائج تھا، اور اس ڈھب کی زندگی میں، کشمکش، رنجشیں، دشمنی اور پھر خون خرابہ روزمرّہ کی عام سی بات ہوتی ہے! چنانچہ رسولؐ مقبول کے سامنے جو لوگ تھے وہ سب ناتے توڑنے میں بڑے ماہر تھے۔ مگر رشتے جوڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے! ہاں! وہ شعلہ صفت بھڑکنے کے تو عادی تھے، لیکن! انھوں نے سبزے کی طرح لہکنے کی خُو نہیں ڈالی تھی!

اب ایسی سماج میں محبّت تو کیا پھپھکتی، البتہ حدِّ خیال تک

بیر بس گیا ـــــــ!

سرورِ کائنات ؐ ایک بے مثال فکری انقلاب کا ساز و سامان لے کر آئے تھے ۔ پھر حضورؐ کے خلوصِ عمل سے یہ اِنقلاب، جس تیز رفتاری سے پھیلا بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ جس معجز آسا طریقے سے پھولا پھلا ، اس پر ترسیل کی نئی تکنیک ـــــــ جدید ترین مواصلاتی نظام اور بہار بداماں قوّتِ نامیہ انگشت بدنداں ہے !

قرآنِ حکیم نے عہدِ جاہلیت کے خون آشام ماحول کا نقشہ کھینچتے ہوئے بنیادی تبدیلی کا حال یوں بیان فرمایا ہے :

" وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ "

" اللہ کی اس نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تمھیں عطا فرمائی ہے ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ، اس نے تمھارے دل جوڑ دیے ، اور اُس کے اِس احسان سے تم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بن گئے ، تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے

تھے، خدا نے تمھیں اس سے بچا لیا۔"

(آل عمران۔ آیت: ۱۰۳)

دیکھا آپ نے! چند لفظوں میں اگلے وقتوں کا کلیجہ دہلا دینے والا نقشہ بھی سامنے آگیا۔ اور اسلام کی برکت سے جو گلستان بکنار فضا پیدا ہوئی اس کی جی موہ لینے والی کیفیت بھی آنکھوں میں کھب گئی!

اب ایک اور بات ——— !

خدا کی کتاب میں الحمد کے بعد دوسرا سورہ البقرہ ہے۔ اس کی بالکل شروع ہی کی آیتوں میں کہا گیا ہے، کہ ایزد متعال کے اس آخری پیغام سے فیض حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والوں میں کچھ خوبیوں کا ہونا شرط ہے۔ اور جن اچھائیوں سے اپنے آپ کو سنوارنا ضروری ہے، ان میں سے چند صفات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ
هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ"

"الف۔ لام۔ میم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ ہدایت کا آئین ہے، تقویٰ رکھنے والوں کے

لیے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو مخفی حقیقتوں پر یقین رکھتے ہیں
نماز کو جس طرح بجالانا چاہیئے بجالاتے ہیں۔ اور ہم نے
انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے یہ انفاق کرتے ہیں۔
یعنی! دوسروں کا بھی حصّہ لگاتے ہیں۔"

: سورۂ بقرہ - آیت : ۱-۲-۳

اس آیۂ مبارکہ پر ذرا سا غور و فکر کیا جائے تو انفاق یا "اللہ کی راہ میں خرچ کرنے" کی اہمیت چاند سورج کی طرح جگمگاتی ہوئی دکھائی دینے لگتی ہے ـــــ!

ملاحظہ کیجیے! انفاق کو ان بُنیادی خوبیوں کی فہرست میں رکھا گیا ہے جن کی وجہ سے ایک ہدایت یافتہ شخص کو متّقی ہونے کا شناخت نامہ حاصل ہو جاتا ہے!

اور اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی آدمی میں دوسری اچھائیوں کے ساتھ جب انفاق کی صفت بھی اُبھر آتی ہے تب وہ متّقیوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔

پروردگارِ عالم نے انفاق یا خیر خیرات کے سلسلے میں مختلف طریقوں سے راہ نمائی فرمائی ہے۔ تاکہ کسی صورت بھی اس کے بندے اس نیک کام کے بجالانے میں کوتاہی نہ کریں۔ اور اس کے فیوض و برکات سے

بہرہ مند ہوتے رہیں۔

قرآنِ حکیم انفاق کی بات کو جی میں اُتارنے کے لیے طرح طرح سے ہماری بصیرت کو کمک پہنچاتا ہے۔اس کے ارشادات میں وہ پہلو بھی ہیں جو ہمّت بڑھاتے ہیں، جن سے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔اور وہ رخ بھی ہیں جو دل میں خوف اور ضمیر میں خلش سی پیدا کر دیتے ہیں!

## (۱) ـــــ شوق و رغبت پیدا کرنے والی آیتیں:

ان سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ انفاق یا مالی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔خداوند عالم اس کا اجر دے گا۔اور ضرور دے گا۔خواہ یہ معنوی شکل میں ہو یا مادی صورت میں!

### ا۔معنوی فائدے!

آئیے! سورۂ بقرہ کی اس آیت کو دیکھتے ہیں:

"وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ
مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ
لَا تُظْلَمُوْنَ ۝"

"نیک راہ میں تم جو صرف کرتے ہو وہ تمھاری اپنی بھلائی کے لیے ہے، یہ کام تم اللہ کی خوشنودی کے لیے

بجا لاتے ہو تو جو بھی تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا معاوضہ ملے گا، اور تمھاری حق تلفی ہرگز نہیں ہوگی۔"

(البقرہ: آیت ۔ ۲۷۲)

اور سورۂ بقرہ ہی کی اس آیۂ مبارکہ میں دینے دلانے کے فائدوں کو اس عنوان سے تحفظ ملا ہے:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

"جو لوگ اپنی دولت کو رات دن، کھلے چھپے خیرات کرتے رہتے ہیں ان کا اجر، ان کے پالنے والے کے پاس ہے، نہ انھیں کوئی خطرہ پیش آئے گا اور نا وہ کسی قسم کے رنج و غم سے دوچار ہوں گے۔" (سورہ بقرہ: آیت ۔ ۲۷۴)

سورۂ انفال میں خدا کے نام پر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی عادت کو حقیقی ایمان داری قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے بدلے پروردگارِ عالم کی بارگاہ سے جو ملنے والا ہے اس کی تصویر بھی دکھائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ۚ"

"جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے ہمارے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح کے لوگ سچے مومن ہوتے ہیں، ان کے لیے ان کے پالنے والے کی بارگاہ میں اُونچے درجے ہیں، لغزشوں کی معافی اور بہترین رزق ہے۔ (سورہ انفال: آیت ۳-۴)

اور سورہ رعد میں سخاوت دکھانے والوں کے اجر و ثواب کی جو باتیں بتائی گئی ہیں ان سے تو روح جھومنے لگتی ہے اور دل و دماغ وجد میں آجاتے ہیں ——— !

ارشاد ہوتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ۙ

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ
مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ
كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ"

"جو لوگ اپنے رب کی خوشنودی کے لیے استقامت دکھاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے کھلم کھلا اور ڈھکے چھپے ہر طرح سے ہمارے نام پر خرچ کرتے ہیں، ہر برائی کا جواب اچھائی سے دیتے ہیں عاقبت کی قیام گاہ ان ہی لوگوں کے لیے ہے۔ مطلب یہ کہ۔ ایسے باغ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، بلکہ ان کے ساتھ ان کے باپ دادا، بیویاں اور آل اولاد جو نیک ہوں گے وہ بھی قیام کریں گے۔ پھر ہر دروازے سے فرشتے خیر مقدم کے لیے آئیں گے اور کہیں گے، سلامت رہو! تم نے دنیا میں جس ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے یہ اس کا صلہ ہے۔ اور دیکھو! آخرت کا گھر کتنا پیارا ہے! (سورہ رعد۔ آیت: ۲۲-۲۳-۲۴)

## ۲- مادّی نفع

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۙ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَہُمۡ اُجُوۡرَہُمۡ وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴿۳۰﴾

"جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ پھر جو ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ دوسروں کو بھی دیتے رہتے ہیں۔ یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کی اُمّید باندھے ہوئے ہیں جس میں کوئی گھاٹا نہ ہو اس وجہ سے اللہ انھیں پُورا پُورا بدلہ دے گا، اور اپنے فضل وکرم سے کچھ زیادہ ہی مرحمت فرمائے گا' وہ بڑا بخشنے اور قدر کرنے والا ہے۔"

(سورۂ فاطر۔ آیت : ۲۹ - ۳۰)

نیز سورہ سبا میں کہا گیا ہے :

"وَ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَہُوَ یُخۡلِفُہٗ ۚ وَ ہُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ﴿۳۹﴾

"اور تم اس کی راہ میں جو صرف کرتے ہو، اس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، اور وہ سب سے اچھا رزق رساں ہے۔ (سورۂ سبا - آیت : ۳۹)

اور اب ذرا اس آیت کی لہک دیکھیے ——— !

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

"جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اُن کے اس عملِ خیر کو اس طرح جانو جیسے اناج کا ایک دانہ بویا جائے اور اس میں سے سات بالیاں نکلیں پھر ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اور اللہ جسے چاہے کئی گُنا کرکے دے دے۔"

(سورۂ بقرہ - آیت : ۲۶۱)

آئیے! اسی مضمون کی ایک اور آیۂ مبارکہ سے قلب و نظر کو رونق دیں ——— !

"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ

مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

"اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال رضائے الٰہی کی طلب اور اپنے نفس میں ثبات پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اس باغ کی سی ہے جو ذرا اونچی زمین پر واقع ہو اور اس پر خوب زوروں کا پانی پڑے اور وہ دُگنے پھل لائے، اور اگر شدید بارش نہ بھی ہو تو بوندا باندی ہی اس کے واسطے کافی ہے۔ نیز تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ سب اللہ کے سامنے ہے۔"

(سورۃ بقرہ۔ آیت: ۲۶۵)

## ۲ — اور جو خیرات نہیں دیتے!؟

دراصل اس قبیل کے لوگوں کا شعور سُکڑا ہوا۔ دل چھوٹا اور ہاتھ بندھے ہوتے ہیں! انھیں کسی پر ترس نہیں آتا۔ وہ کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتے! ان کے بارے میں قرآن حکیم نے جو کچھ کہا ہے اس سے واقعتاً کلیجہ

دہل جاتا ہے، اور دماغ میں کانٹے چبھنے لگتے ہیں!

دیکھیے! سورۂ محمدؐ کی آخری آیت۔ ارشاد باری ہے:

"هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ج وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝

"سنو! تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اپنی دولت میں سے اللہ کے لیے بھی خرچ کیا کرو۔ مگر تم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ جو خسّت سے کام لیتا ہے وہ حقیقت میں اپنے آپ سے کنجوسی کرتا ہے (یعنی! امورِ خیر میں حصّہ نہ لے کر خود کو ہمیشہ حاصل ہونے والے فائدے سے محروم کر دیتا ہے) اللہ تو بڑا بے نیاز ہے۔ تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اب اگر تم اس کے احکام سے رُوگردانی کرتے رہو گے تو وہ تمھاری جگہ دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا۔ اور وہ تمھارے جیسے نہیں ہوں گے۔"

(سورۂ محمدؐ۔ آیت: ۳۸)

ایک اور آیۂ وافی ہدایہ سے اس موضوع پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

"وہ لوگ جنھیں پروردگارِ عالم نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے، پھر بھی وہ تنگ دلی دکھاتے ہیں، وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے کوئی اچھی علامت ہے۔ نہیں! یہ بہت بُری بات ہے۔ یہ لوگ جو زرسی سے جو کچھ اکٹھا کر رہے ہیں قیامت کے دن یہ سب ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔"

(سورۂ آلِ عمران۔ آیت: ۱۸۰)

قرآن کی ان آیتوں کے ذریعے یہ تقابل کر کے بتایا گیا ہے کہ جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ پرہیزگار رہتا ہے۔ نیکی کا معترف ہے۔ اسے کیا ملے گا۔؟ اور جو صرف اپنی ذات میں مگن رہتا ہے، دوسروں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور اچھائیوں کا بھی قائل نہیں، اسے آخر میں کیا حاصل ہوگا؟ ارشاد ہوتا ہے:

"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۗ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۗ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۗ

"جس نے خدا کے واسطے اپنے مال میں سے دوسروں کو دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ نیز بھلائی کا اقرار کیا۔ اسے ہم آسان راستے کی توفیق عطا کریں گے۔ اور جو بُخل سے کام لے گا اور اپنے پالنے والے کی پرواہ نہیں کرے گا، اس کے علاوہ سچّی اور اچھّی باتوں کو جھٹلائے گا اسے ہم سختی سے دوچار کریں گے۔ پھر جب وہ جہنّم واصل ہوگا تو اس کی دولت کسی کام نہیں آئے گی۔"

(سورۂ وَالّیل۔ آیت : ۸-۹-۱۰-۱۱)

اور انفاق سے روگردانی کرنے والوں کے بارے میں ذرا توجّہ کے ساتھ کلام اللہ کی یہ عبارت پڑھیئے۔ سچ پوچھیئے تو ان آیتوں کے کڑے تیور سوئے ہوئے دماغ کو جگا دیتے ہیں اور ان کا تلخ لہجہ بے حس قوّتوں کو چونکا دیتا ہے۔ دیکھیئے! پروردگارِ عالم نے یہ فیصلہ کر رکھّا ہے :

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

"جو لوگ سونا چاندی (دھن دولت) جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اے رسولؐ انھیں نہایت دردناک سزا کی خبر دے دو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سیم و زر کو دوزخ کی آگ میں تپا کر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلو، اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے اکٹھا کر رکھا تھا؟ لو! اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

(سورۂ توبہ۔ آیت: ۳۴-۳۵)

## دینے دلانے میں دیر نہ کی جائے!

قرآنِ مجیدؔ میں جہاں خیرات دینے کی شدید تاکید ہے اور جو لوگ مستحق ہیں ان کا حق نہ ادا کرنے والوں کو عقوبت کا سزاوار قرار دیا گیا ہے۔

وہیں اس بات پر بھی بہت زور ہے کہ داد و دہش یا دینے دلانے میں تاخیر سے کام نہ لیں جتنی جلدی ہو سکے اس ذمّے داری کو پُورا کر دیں۔ چنانچہ بڑے واضح انداز میں ارشاد ہوتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"ہم نے تمھیں جو رزق[1] دیا ہے اس میں سے تم دوسروں پر بھی خرچ کیا کرو۔ اور یہ کام اس دن کے آنے سے پہلے کر لو جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی۔ نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی! ۔ درحقیقت ظالم

---

[1] عربی میں عطائے الٰہی، اس کی بخشش اور ہر طرح کی نعمت کو "رزق" کہا جاتا ہے اب یہ خواہ ظاہری، مادّی اور محسوس شکل میں ہو جیسے ثروت، صحت، اولاد۔ یا معنوی، باطنی اور روحانی صورت میں، مثلاً: علم، حکمت، عرفان وغیرہ وغیرہ۔ راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں: "یقال للعطاء الجاری تارۃً دنیویاً کان ام اخرویاً وللنصیب تارۃ" جو بھی خدا کا دیا ہوا ہے وہ دُنیوی ہو یا اُخروی رزق کہلاتا ہے، نصیب کو بھی یہی کہتے ہیں ــ اور صاحبِ معالم التنزیل لکھتے ہیں: "اسمٌ لکلّ ما ینتفع بہ": ہر فائدہ مند۔ نفع دینے والی شے کا نام رزق ہے۔

وہ ہیں جو کفر کی راہ و روش اختیار کرتے ہیں۔"

(سورۂ بقرہ - آیت : ۲۵۴)

ایک اور مقام پر وہ سب کا پالنے والا فرماتا ہے :

" وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ
رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ
فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

" نیز ہم نے تمھیں جو بخشا ہے اس میں سے اوروں کو بھی دو مگر یہ کام موت آنے سے پہلے کر ڈالو۔ ہاں! اس سے پیشتر کہ جب کسی کو یہ کہنا پڑے پالنے والے! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہیں دی، تاکہ میں صدقہ خیرات دے کر، نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔"

(سورۂ منافقون - آیت : ۱۰)

الحاصل ——— !

ان تفصیلات سے انفاق کی ضرورت، افادیت اور اہمیت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں رہی۔ یقیناً موضوع کا ہر پہلو

روشن ہو گیا ہو گا ——!

اچھا ——!

تو اب یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ "صدقہ"
انفاق ہی کی ایک شکل ہے!

# صدقے کے متعلق کچھ اور باتیں

قُرآنِ مجید کے لفظوں کی چھان بین، اور ان کے معانی و مطالب کی تفہیم پر ایک بڑا تحقیقی کارنامہ انجام دینے والے دانشور راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الصّدقة ما یخرجه الانسان من ماله علی وجه القربة کالزّکاة، لکنّ الصّدقة تقال فی الاصل للمتطوّع به والزکاة للواجب۔"

"آدمی، خدا سے نزدیک ہونے کے لیے اپنی دولت میں سے کچھ اس کی راہ میں دے دے جیسے زکوٰۃ کی ادائیگی تو مال کے اس حصّے کو صدقے کا نام دیا جائیگا

لیکن شریعت کی زبان میں اپنی مرضی سے دینے کو صدقہ، اور جس کا دینا واجب ہو اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔"

(مفرداتِ راغب اصفہانی۔ مادہ صدق)

معروف ادیب اور فرہنگ شناس دانشمند جناب سمیح عاطف الزّین نے بھی بالکل ان ہی الفاظ میں صدقے اور زکوٰۃ کا فرق بیان کیا ہے۔

(مجمع البیان الحدیث۔ صفحہ ۴۹۴۔ طبع بیروت)

علامہ محمد ابن مکرم ابن منظور سب سے بڑے لُغت نویس ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"والصدقة ما اعطيته فی ذات الله للفقراء۔"

"اللہ کے نام پر جو ناداروں کو دیا جائے وہ صدقہ کہلاتا ہے۔"

اسی عنوان سے محدّث فقیہ شیخ فخر الدین طریحی ترقیم فرماتے ہیں:

"والصدقة: ما اعطى الغير به تبرّعًا بقصد القربة غير هديّة۔"

"اگر آپ قصدِ قربت اور خیر خیرات کے ارادے سے کسی کو کچھ دیں تو یہ صدقہ ہے، اور ہدیہ تحفہ اِس

تعریف میں شامل نہیں ہے۔"

(مجمع البحرین۔ جلد ۵ صفحہ ۲۰۰۔ طبع بیروت)

اور چھٹی صدی ہجری کے عظیم مفسر شیخ ابو علی فضل ابن حسن طبرسیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"الفرق بین الصّدقة والزّکاة، انّ الزّکاة لاتکون الّا فرضًا والصّدقة قد تکون فرضًا و قد تکون نفلًا.

ومن ثَمّ نری انّ الزّکاة لوحظ فیها معنی الوجوب و قصد منها حق اللّٰہ فی المال، کما لوحظ فی الصّدقة التطوّع ای اعطاء المال قربة الی اللّٰہ تعالیٰ۔"

"صدقے اور زکوٰۃ میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے اور صدقہ کبھی واجب ہوتا ہے اور گاہے مستحب۔

بنا بریں ہم دیکھتے ہیں کہ زکوٰۃ میں وجوب کے معنے ملحوظ ہوتے ہیں اور اس سے مُراد خدا کا وہ حصّہ ہے جو لوگوں کی دولت میں شامل ہے ___ اور جہاں رضاکارانہ جذبے سے یعنی "قربۃً الی اللّٰہ" کسی کو مالی فائدہ پہنچایا جائے

تو اسے صدقے کا نام دیا جاتا ہے۔"

(مجمع البیان جلد ۱، صفحہ ۶۶۳ سورۂ بقرہ۔ طبع بیروت)

## یاد رکھیئے!

ہاں! یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ صدقہ اور اس کے مشتقات یعنی اس سے بننے والے الفاظ قرآنِ حکیم میں کوئی اٹھارہ ۱۸ جگہ استعمال ہوئے ہیں! نیز وہ اصلی کلمہ جس سے صدقے کا لفظ وجود میں آیا ہے۔ وہ صدق ہے ——— !

صدق کہتے ہیں۔ "سچّائی اور خلوص" کو۔

اس بنا پر بڑے بڑے دانشوروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صدقہ دینے یا خدا کے نام پر دوسروں کی مدد کرنے سے چونکہ ایمان کی تصدیق ہوتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ اس سے "اسلامی نظریّات" کو عملی شکل دینے کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو شخص خلوصِ نیّت کے ساتھ اپنی کمائی میں سے کسی کی امداد کرے وہ کم از کم منافق نہیں ہو سکتا۔ اس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہوگا! اس لیے شریعت کی زبان میں اس نیک کام کے خصوص میں صدقے کی اصطلاح رائج ہے۔

## اب ایک تلخ بات!

یہ حقیقت تو دوپہر کے سُورج کی طرح عیاں ہے کہ کچھ لوگوں

نے آلِ رسولؐ کو معاشی کرب میں مبتلا رکھنے کے لیے اسلامی مالیات میں سے عملی طور پر خُمس کا باب نکال دیا۔

یہ واردات کرنے والے جانتے تھے کہ "صدقۂ واجبہ" یعنی! زکوٰۃ وغیرہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہوگا یہ کہ چونکہ صدقے کی حُرمت شرعاً ثابت ہے۔ بنابریں اس سے تو یہ قانوناً محروم رہیں گے اور خُمس میں سے ریاستی مصالح کے نام پر ان کا حق ختم کر دیا گیا ہے! لہٰذا نہ اِدھر سے کچھ ملے گا اور نہ اُدھر سے کچھ حاصل ہوگا ———!

اس طرح مسلم معاشرے میں یہ بے وزن اور بے قیمت ہو کر رہ جائیں گے!

پھر یہ المیہ بھی فرزندانِ توحید کی معاشی سیاست کا ایک حصّہ ہے، کہ دین و آئین نے غریب طبقے کے فقر و افلاس کا تدارک کرنے کے لیے صدقۂ مستحبّہ کی شکل میں آمدنی کا ایک شعبہ قائم کیا تھا۔ اور ضرورت مند، سادات ہوں یا غیر سادات، سب ہی اس سے مستفید ہو سکتے تھے[1]۔ مگر بعض

---

[1] صدقے کے بارے میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ ساداتِ کرام کسی قسم کا بھی صدقہ نہیں لے سکتے! اجب کہ شرعی حکم یہ ہے کہ ساداتِ عظام کے لیے صرف "صدقۂ واجبہ" ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یعنی! جو سیّد ہیں ان کے لیے غیر سیّد کی زکوٰۃ اور فطرہ جائز نہیں صدقاتِ مستحبّہ وہ اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں۔ نجفی

بزرگوں نے خُمس کی نادرست ممانعت میں زیادہ شدّت پیدا کرنے کے واسطے اس کارِخیر پر بھی خطِ نسخ پھیر دیا!

اس ضمن میں مشہور مصری محقق ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی بیش بہا تصنیف "فقہ الزکاۃ" میں یہ عنوان قائم کرکے: "ان لوگوں کی رائے جو دولت میں سوائے زکوٰۃ کے کسی اور حق کے قائل نہیں۔" رقمطراز ہیں:

"ذھب کثیرٌ من الفقہاء الی انّ الحقّ الوحید ھو الزّکاۃ، فمن اخرج زکاتہ فقد طھر مالہ وبرئت ذمّتہ، ولا یطالب بعدھا بشیءٍ آخر۔"

مطلب یہ کہ: "بہت سے فقیہوں کا یہ مسلک ہے کہ کسی کے مال و متاع میں سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی حصّہ نہیں! لہٰذا جو آدمی زکوٰۃ دے دے اس کی دولت و ثروت پاک اور خود اس پر کوئی ذمّے داری نہیں رہے گی۔ نیز اس کے بعد ہر مطالبے سے اسے چھٹکارا مل جائے گا!"

(فقہ الزّکاۃ جلد ۲ صفحہ ۹۷۰ - طبع قاہرہ)

یہ لکھ کر ڈاکٹر قرضاوی فرماتے ہیں: جن "علمائے فقہ" نے زکوٰۃ کے علاوہ

ہر حق کی نفی کی ہے، ان کے استدلال کی بنا ایک تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی چند مرویات ہیں!

ان میں سے ابو ہریرہ کے بیان کے مطابق ایک تو یہ حدیث ہے کہ:
ایک اعرابی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: "حضورؐ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جسے انجام دینے سے جنّت مل جائے!"

سرکارؐ نے ارشاد فرمایا:

"تعبد اللّٰہ ولا تشرك بہ شیئًا وتقیم الصّلوٰۃ المکتوبۃ وتؤدّی الزّکاۃ المفروضۃ وتصوم رمضان۔"

"اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ واجب نمازیں ادا کرو۔ مقرّر شدہ زکوٰۃ دو۔ اور رمضان کے روزے رکھ لو۔"

یہ سُن کر، اعرابی نے کہا: "وہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم! اب میں اس میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔"

اور جب وہ چلا گیا تو ہادیٔ برحقؐ نے فرمایا:

"من سرّہ أن ینظر إلی رجل من اهل

الجنّة فلينظر الی ھٰذا۔"

"جو شخص کسی جنّتی کو دیکھنا چاہے، وہ اس آدمی کو دیکھ لے[۱]۔"

اس حدیث کے بارے میں ڈاکٹر قرضاوی کہتے ہیں :

اسلام کے مالی نظام کے سلسلے میں نئی روش اختیار کرنے والوں کا خیال ہے کہ پیغمبرِ اکرمؐ سے جس آدمی نے سوال کیا تھا، اس نے زکوٰۃ سے ہٹ کر اور کچھ نہ دینے کی بات کی ——! اور رسولِ مقبولؐ نے اسے جنّت والا قرار دیا ——!

اب اگر مالیات کے ضمن میں اس شخص پر مزید کوئی ذمّے داری عائد ہوتی تو سرتاجِ انبیاءؐ اس طرح اپنی خوشنودی کا اظہار فرما کر اس اعرابی کے فردوس نشیں ہونے کا اعلان نہ کرتے !

دوسری حدیث ابنِ ماجہ کی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں :

" لیس فی المال حقٌّ سوی الزّکاۃ۔"

---

[۱] یہ روایت ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اپنی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۷۹ پر درج کی ہے۔ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دار الفکر بیروت کی چوتھی جلد کے صفحہ ۴۔ نیز صحیح بخاری شرح کرمانی۔ طبع دار احیاء التراث العربی کے جزو ۷ صفحہ ۱۷۰ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

"مال و دولت میں سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی حق نہیں!"

"فقہ الزّکاۃ" کے فاضل مصنّف ڈاکٹر قرضاوی اگرچہ کہ بخاری اور مسلم کے حوالے سے خاصے مرعوب دکھائی دیتے ہیں! پھر بھی آپ نے بڑے جوش اور جذبے سے اس سلسلۂ خیال کو مُسترد کیا ہے، اور ایک مستقل باب میں ان علماء کے دلائل بھی پیش کیے ہیں جو مذکورہ طرزِ فکر کے خلاف ہیں!

وَاقِعًا بڑی عجیب اور انتہائی تلخ بات ہے کہ مالی قواعد کی توضیح و تشریح کے موقع پر بعض دانشور ایسا روپ دھار لیں جس سے یوں محسوس ہو کہ رحمتِ دو عالمؐ کی شریعت سمجھانے والوں کے پہلو میں دل نہیں پتھّر بھرے ہوئے ہیں!

قَطعِ نَظر اس سے کہ یہ حدیثیں اپنی سَنَد کے لحاظ سے کمزور، اور مَتن، کے اعتبار سے تحریف شدہ ہیں! اہم بات یہ ہے کہ زیرِ نظر احادیث سے جو مطلب اخذ کیا گیا ہے، وہ اسلام کی فلاحی ریاست کے تصوّر، تعاونی نظام کے فلسفے، اور اقتصادی حکمت عملی سے بھی متصادم ہے!

بقول مولانا ابوالکلام آزاد :

"یہ سمجھنا کہ جہاں سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کا ٹیکس دے دیا "انفاق فی سبیل اللہ" کے تمام مطالبات پُورے ہو گئے، صریح قرآن کی تعلیم سے اعراض کرنا ہے۔

زکوٰۃ تو ایک خاص قسم کا ٹیکس ہے۔ وہ ایک خاص مقصد کے لیے لگایا گیا ہے، جو سال میں ایک مرتبہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن ہماری زندگی کا ہر چوبیس گھنٹہ ہم سے انفاق کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اگر ہم اسلامی زندگی کا توشہ لے کر دنیا سے جانا چاہتے ہیں، تو ہمارا فرض ہے کہ حسب استطاعت اس کے تمام مطالبات پورے کریں!"

(حقیقت الزکاۃ۔ ابوالکلام۔ صفحہ ۵۰۔ طبع دہلی)

ایک اور جگہ مولانا آزاد تحریر فرماتے ہیں:

"اسلام نے مسلمانوں کو جس طرح کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے، وہ محض اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ ہی کی زندگی نہیں ہے، بلکہ منزلی، خاندانی، معاشرتی، جماعتی اور انسانی فرائض کی ادائیگی کی ایک پوری آزمائش ہے۔ اور جب تک ایک انسان اس آزمائش میں پورا نہیں اُترتا، اسلامی زندگی کی لذّت اس پر حرام ہے!

اس پر اس کے نفس کا حق ہے، بیوی بچوں کا حق

ہے ، رشتے داروں کا حق ہے ، پھر تمام نوعِ انسانی کا حق ہے ـــــــ !"

(حقیقت الزکاۃ صفحہ ۴۷- طبع دہلی)

یہی وجہ ہے کہ خود اختیاری صدقے کا لٹریچر، صدقۂ واجبہ سے بھی زیادہ ہے ! تاکہ بے تنخواہ کمانے والے، قوم کے غریب طبقے کو ڈھائی فی صد پر ٹرخا کر کہیں مطمئن نہ ہو جائیں ! اور پھر تجوریاں چھلکنے لگیں ـــــــ خزانے اُبل پڑیں ـــــــ کاشانوں میں بہاریں جھومیں، اور شبستانوں میں رَت جگے ہوتے رہیں ـــــــ !

# قرآن کی روشنی میں!

گزشتہ ابواب میں ہمارے پڑھنے والوں نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ قرآنِ حکیم نے انفاق پر کس قدر زور دیا ہے۔ اور صدقات انفاق ہی کی ایک نمایاں شکل ہے! نیز صدقے کے بارے میں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ۲ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک واجب اور ایک مستحب۔

چنانچہ کلامِ مجید میں اس کے لیے بڑے واضح احکام موجود ہیں! قرطبی اور جصاص جیسے بالغ نظر علمار تو سورۂ توبہ کی آیت: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا[1] کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں صدقے سے مُراد صدقۂ واجبہ نہیں ہے۔

مگر بعض دوسرے مفسّر اور فقیہ اس کی تائید نہیں کرتے۔ لہٰذا

---

[1] اے رسولؐ! تم ان کے مال سے صدقہ لے کر انھیں پاک صاف کردو۔ آیت: ۱۰۳

ہم بھی اس آیت کے حوالے سے بات کو آگے نہیں بڑھاتے !

لیکن ! سورۃ بقرہ کی ایک سو ستترویں آیت میں تو کوئی کلام ہی نہیں ۔ کتنے صاف سیدھے انداز میں ارشاد ہوا ہے :

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝"

" اچھائی اور بھلائی یہ نہیں کہ تم اپنے رُخ مشرق و مغرب کی طرف پھیر لیا کرو ، بلکہ خیر اور نیکی تو یہ ہے کہ آدمی اللہ قیامت ۔ ملائکہ ۔ خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں اور اس کے

پیغمبروں پر ایمان لائے۔ نیز خدا کی محبت میں اپنا
مال اپنے عزیز واقارب، یتیموں، مسکینوں، پردیسیوں
اور سائلوں کو دے، اس کے علاوہ غلاموں کی آزادی
پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے۔ پھر وہ جو
عہد کرنے کے بعد اسے پورا کرتے ہیں نیز ناداری کے کڑے
وقتوں اور بیماری کے ہمت شکن موقعوں پر ثبات و
استقامت دکھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میدانِ رزم میں
پامردی کا مظاہرہ کرتے ہیں یہی سچے اور پرہیزگار لوگ ہیں"۔

عُلَمٰاء نے اس آیۂ وافی ہدایہ کو اہم ترین آیات میں شمار کیا ہے۔ اور اس کی اہمیت وجامعیت کا کچھ اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ یہ عقائد۔ عبادات۔ معاملات اور اخلاقیات کے بارے میں سولہ (۱۶) احکام سے آراستہ ہے[1]۔

---

[1] غور فرمائیے: (۱) خدا پر ایمان رکھو (۲) آخرت پر یقین کرو (۳) فرشتوں کے وجود کو مانو (۴) اللہ نے جو کتابیں نازل کی ہیں انھیں جزو دین قرار دو (۵) اس کے بھیجے ہوئے انبیاء کو سچا جانو (۶) اس پالنے والے کی محبت میں اپنے مال و دولت سے اپنے عزیز اقرباء اور سماج کے ناتواں طبقے یعنی! (۷) یتیموں (۸) مسکینوں اور (۹) پردیسیوں کی مدد کو پہنچو۔ (۱۰) سوال کرنے والے غریبوں کا ہاتھ تھامو (۱۱) غلاموں کی آزادی میں حصہ لو (۱۲) نماز قائم کرو (۱۳) زکوٰۃ دو (۱۴) وعدے پورے کرکے دکھاؤ (۱۵) تنگدستی اور بیماری کے عالم میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑو (۱۶) مخالفوں سے نبرد آزمائی کے وقت استقامت کا پیکر بنے رہو۔

اور یہاں یہ نکتہ ذہن کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے کہ آیت کے آغاز میں جس مالی امداد کی ہدایت کی گئی ہے وہ یقیناً صدقۂ واجبہ یا زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ کا ذکر ایک مستقل مالی فرض وعبادت کے عنوان سے آیت کے اخیر میں ہوا ہے۔

لہٰذا آیت کے شروع میں معاشرے کے مفلوک الحال لوگوں کے لیے جس داد و دہش کا حکم ہے اسے لازمی طور پر صدقۂ مستحبّہ ہی ماننا پڑے گا۔

عِلمی دُنیا کے تاجدار ابوعلی فضل ابن حسن طبرسی، متوفی ۵۵۲ھ بھی یہی فرماتے ہیں:

"ولا یجوز حمله علی الزّکاۃ المفروضة لانّه عطفٌ علی الزّکاۃ۔"

آیت میں رضائے الٰہی کے لیے جس کمک اور اعانت کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے اسے فرض شدہ زکوٰۃ سمجھنا درست نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کو حرفِ عطف (و) کے ذریعے آتی المال کی طرف پھیرا گیا ہے۔

گویا یہ دو الگ الگ حکم ہیں۔ اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا سے اپنے لگاؤ کو ثابت کرنے کی غرض سے غریبوں کی مدد کرو اور نیکوں میں شامل ہونے کے لیے زکوٰۃ بھی نکالو۔

(تفسیر مجمع البیان۔ جلد ا صفحہ ۲۴۷۔ طبع دار المعرفہ۔ بیروت)

فخر الدین رازی متوفی ۶۶۴ھ بھی یہاں استدلالی گفتگو کرتے ہوئے اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۰۔ طبع دار احیاء التراث العربی۔ بیروت

نیز ابو عبد اللہ قرطبی۔ ابن کثیر دمشقی۔ شہاب الدین محمود آلوسی۔ رکن الدین بغوی شافعی اور چھٹی صدی ہجری کے ہمارے بزرگ، سربرآوردہ دانشور شیخ ابو الفتوح رازی بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔

دیکھیے! ان سب کی محنتوں کے مجموعے:

____ : الجامع لاحکام القرآن۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۴۱ طبع دار الکتب المصریۃ قاہرہ۔

____ : تفسیر قرآن العظیم۔ جلد ۱۔ صفحہ ۳۰۲۔ طبع مکتبۃ الہلال۔ بیروت۔

____ : روح المعانی۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۷۔ طبع دار التراث العربی۔ بیروت۔

____ : معالم التنزیل۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۴۳۔ طبع دار المعرفہ۔ بیروت۔

____ : تفسیر روح الجنان۔ جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔ انتشارات کتاب خانہ مرعشی۔ قم

مگر اس سلسلے میں عصرِ حاضر کے بہت بڑے اور مانے ہوئے مفسّر علّامہ سیّد محمد حسین طباطبائی نے زیرِ بحث موضوع کی بہت پیاری توضیح کی ہے اور یہ آپ کی دل کش طرزِ تحریر کا خاصّہ ہے! لکھتے ہیں:

"پروردگارِ عالم نے اَقَامَ الصَّلٰوۃَ فرما کر یہ یاد دلایا کہ نماز دستورِ بندگی ہے۔ پھر ارشاد ہوا وَاٰتَی الزَّکَاۃَ"

اس میں معاشی فلاح وصلاح کا حکم مضمر ہے۔ اور ان
دونوں ہدایات سے پہلے مال و دولت صرف کرنے
کا جو فرمان ہے اس کا تعلق "خیر" کے شعور کو بڑھانے
اور حُسنِ سلوک کے جذبوں کی نشو ونما سے ہے، جو
واجب تو نہیں۔مگر محتاجوں کی حاجت روائی اور
اقتصادی مشکلیں دُور کرنے کا ایک مؤثّر ذریعہ ہے!"

(المیزان۔جلد اصفحہ ۴۲۹۔منشورات موسسہ اعلمی۔بیروت)

اور صدقے کی تاکید کرنے والی مزید آیتوں سے روشنی حاصل کرنے کے لیے:

سورہ بقرہ کی آیت ——— ۲۴۵

سورۂ مائدہ کی آیت ——— ۱۲

سورۂ تغابن کی آیت ——— ۱۷

سورۂ حدید کی آیت ——— ۱۱ اور ۱۸

نیز سورۂ مزمل کی آیت ——— ۲۰ ——— کو سُرمۂ چشم
بنایا جائے۔

ہاں! ان تمام آیات میں رضاکارانہ امداد کے لیے صدقے کی جگہ
قرض کا لفظ استعمال ہوا ہے!

دیکھیے! اردو زبان میں تو قرض، اُدھار کو کہتے ہیں۔ مگر!

قرآنی ادب میں سچّے دل اور خلوصِ نیّت سے اپنی گاڑھی کمائی کو اللہ کے لیے خرچ کرنے کو قرض کا نام دیا گیا ہے!

اب چونکہ وہ آیات جن کی ہم نے نشان دہی کی ہے ان سب میں قرض کا لفظ مشترک ہے۔ اس لیے ہم صرف دو آیتوں کی توضیح پر اکتفاء کرتے ہیں۔

○ سورۂ حدید کی اٹھارویں آیہ مبارکہ۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ○

"مرد ہوں یا عورتیں، ان میں سے جو بھی صدقہ دینے والے ہیں اور جنھوں نے اللہ کو "قرضِ حسنہ" دیا ہے انھیں اس کا صلہ یقینی طور پر کئی گُنا کرکے دیا جائے گا نیز ان کے لیے بہترین اجر بھی ہے۔"

یہاں کلامِ پاک کی بلاغت کے اس نکتے کی طرف توجّہ ضروری ہے۔ عربی ادبیّات میں بدلے کے لیے جزآ کا لفظ بھی آتا ہے اور اجر بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر جزآ کا لفظ سود و زیاں، اچھے بُرے دونوں قسم کے معاوضوں کے لیے برتا جاتا ہے۔ اور ــ اجر صرف اور

صرف نفع فائدے کے واسطے مخصوص ہے! تو آیت میں ہمیں یہ اطمینان دلایا جارہا ہے کہ "قرض حسنہ" دینے والے کے لیے یہ عمل یقینی طور پہ کارگر ہے۔ اور اس کارِ خیر کا بدلہ اصل سرمائے سے کئی گُنا زیادہ ملے گا!

پھر یہی نہیں کہ بات بس! دوچند یا دہ چند صلے کی ہو۔ بلکہ یہ پاداش پروردگارِ عالم کے لُطف و کرم سے عزّت و کرامت میں ڈھلا ہوا اجر بھی قرار پائے گی!

اس سلسلے میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے:

قَالَ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ : اِنِّیٓ اَعْطَیْتُ الدُّنْیَا بَیْنَ عِبَادِیْ قَیْضًا فَمَنْ اَقْرَضَنِیْ مِنْھَا قَرْضًا ، اَعْطَیْتُہٗ بِکُلِّ وَاحِدَۃٍ مِنْھُنَّ عَشْرًا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ وَمَا شِئْتُ مِنْ ذٰلِکَ ، وَمَنْ لَمْ یَقْرِضْنِیْ مِنْھَا قَرْضًا فَاَخَذْتُ منہ قسرًا۔"

"اللہ کا فرمان ہے: میں نے اپنے بندوں کو اس دُنیا میں جو کچھ دیا ہے اسے ادلا بدلا جانو اس میں سے

جو کوئی مجھے قرض دے گا، اس کے عوض میری طرف سے اسے دس گنے سے لے کر سات سو تک کا فائدہ حاصل ہو گا ـــــــ اور اگر کسی نے قرضہ دینے میں آنا کانی کی تو پھر میں زبردستی لے لوں گا۔"

خصال صدوق ۔ باب الثلاثہ ۔ حدیث ۱۳۵

اور حکیم الٰہی حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام نے صفّین سے واپسی پر حاضرین کی بستی میں اپنے فرزند ارجمند امام حسن علیہ السّلام کو جو ہدایت نامہ لکھ کر دیا تھا اس کا ایک جملہ:

"وَاغْتَنِمْ مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ،
لِيَجْعَلَ قَضَاءَهُ لَكَ فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ۔"

"بیٹا! خوش حالی کے زمانے میں اگر کوئی تم سے قرضہ مانگے تو اسے غنیمت سمجھنا۔ کیونکہ آج تم کسی کی مشکل آسان کرو گے تو کل تمھارے مشکل وقت میں یہ تمھیں واپس مل جائے گا۔"

(نہج البلاغہ۔ ترتیب۔ ڈاکٹر صبحی صالح ص۳۹۸ طبع بیروت)

○ اور دوسری آیت ہے سورۂ مزّمل کی بیسویں آیۂ وافی ہدایہ۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ"

"اور ــــ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، نیز اللہ کو خوب اچھی طرح قرض دیتے رہو، تم جو نیکی بھی اپنے لیے پہلے بھیج دو گے وہ اللہ کے ہاں تمھیں نہایت عمدہ معیار اور بہت بڑے اجر کے ساتھ دستیاب ہو گی۔"

اس ضمن میں چھٹی صدی ہجری کے عظیم مفسرؒ فضل ابن حسن طبرسی تحریر فرماتے ہیں:

"(قرضًا حسنًا) ای وانفقوا فی سبیل اللہ والجہات الّتی امرکم اللہ وندبکم الی النفقہ فیھا۔"

"قرض حسن" کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اپنی آمدنی اٹھاؤ اور ان امور میں اپنی کمائی صرف کرو جن میں اس نے صرف کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز وہاں اپنا مال خرچو جہاں پاک پروردگار نے خرچ کرنے

کو کہا ہے۔"

(تفسیر مجمع البیان۔ جلد ۶۔ صفحہ ۱۰۱۔ طبع بیروت)

اور علامہ سیّد محمد حسین طباطبائی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ ہیں:

"والمراد باقراضہ تعالیٰ غیر الزّکاۃ من الانفاقات المالیۃ فی سبیل اللہ۔"

"خدا کو قرض دینے سے مُراد، فریضۂ زکوٰۃ سے ہٹ کر، وہ مالی صدقات ہیں جو اللہ کے نام پر دیے جاتے ہیں۔"

(المیزان۔ جلد ۲۰۔ صفحہ ۷۸۔ طبع بیروت)

اور یہ نتیجہ تفسیرِ قمی میں مذکور آنحضرتؐ کے اس ارشادِ گرامی سے نکالا گیا ہے:

"عن زرعۃ، عن سماعۃ، قالؑ عن قول اللہ: " واقرضوا اللہ قرضًا حسنًا" قال: ھو غیر الزّکاۃ۔"

"روایت بیان کرنے والوں کے نام بتانے کے بعد،

تیسری صدی ہجری کے نامی گرامی عالم ابوالحسن علی ابن ابراہیم قمیؒ (متوفی ۲۱۷ھ) نے اپنی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے:
حدیث کہتی ہے کہ جب "قرض حسن" کا مطلب پوچھا گیا تو جواب ملا۔ اس سے مُراد زکوٰۃ نہیں! بلکہ خیر خیرات کی دوسری مدیں ہیں۔"

(تفسیر قمیؒ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۱۵۔ طبع دار السرور۔ بیروت)

# حدیث کے حوالے سے!

اب آئیے ! ذرا حدیث کے مقدّس ذخیرے پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ کیونکہ یہی وہ بڑا ذریعہ ہے جس کے ہوتے ہوئے ہمیں قرآن کے مزاج سے واقفیت اور اس آئینِ زندگی کے احکام سے آگہی نصیب ہوتی ہے۔ نیز اس برحق کتاب کے اغراض و مقاصد، ان کی توضیح و تفصیل بھی سامنے آتی ہے جس سے ذہن کھُلتا ہے، بصیرت بڑھتی ہے اور حقیقت کے پہچاننے میں بڑی مدد ملتی ہے ——— !

حدیث کے مجموعے بتاتے ہیں کہ ہر حال میں صدقہ دینا ضروری ہے۔ اور جہاں تصدّق کے بہت سے فائدے گنوائے گئے ہیں، وہاں یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ وہ قاعدے جن پر عمل کرنے سے کسی کا بھلا ہوتا ہے، اگر انھیں نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اس کی وجہ سے جو نقصانات ہو سکتے ہیں

ان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں!

## صدقے کے اقسام!

مشہور ومعروف عالم احمد ابن فہد حلّی نے اپنی مقبول و محبوب تصنیف "عُدۃ الدّاعی" میں اور علامہ مجلسی نے ان کے حوالے سے بحارالانوار میں ترقیم فرمایا ہے:

صدقہ پانچ طرح کا ہوتا ہے:

الاوّل: صَدَقَۃُ المَال۔

الثّانی: صَدَقَۃُ الْجَاہِ، وَھِیَ الشَّفَاعَۃِ۔

التّالث: صَدَقَۃُ الْعَقْلِ، وَھِیَ الْمَشُوْرَۃِ۔

الرّابع: صَدَقَۃُ اللِّسَانِ، وَھِیَ الْوَسَاطَۃِ۔

اَلْخَامِس: صَدَقَۃُ الْعِلْمِ، وَھِیَ بَذْلُہُ لِاَھْلِہٖ۔

(۱) مال و دولت کا صدقہ: یعنی! جن کی اقتصادی حالت درست نہ ہو ان کی مالی اعانت کردی جائے۔

(۲) ذاتی وجاہت کا صدقہ: مطلب یہ کہ اگر اپنے اثر و رسوخ اور سماجی حیثیت سے کسی کا کام بنا دیں تو یہ صدقہ کہلائے گا۔

(۳) عقل و فہم کا صدقہ: کسی کو اچھا مشورہ دے دیں، اپنی صائب رائے سے کسی کی مشکل آسان کردیں۔

(۴) زبان و بیان کا صدقہ : اپنی ملائم اور مناسب گفتگو سے فساد کے شعلے دبا دیں، نفرت کو محبّت بنا دیں۔

(۵) علم و دانش کا صدقہ : جو علم کا پیاسا ہو، جسے عرفان و آگہی درکار ہو اسے اپنے حاصلِ فکر سے کچھ دے دیں۔

(بحار جلد ۹۳ - صفحہ ۱۳۶ - طبع بیروت)

خیر! یہ تو صدقے جیسی بصیرت افروز عبادت کی وضاحت کے واسطے چند بڑے عنوان قائم کیے گئے ہیں ——— مگر! معصومینؑ کے ارشادات کا زیادہ تفصیل سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دراصل زور اس رُخ پر دیا گیا ہے کہ آدمی، جو ہو۔ جیسا بھی ہو، ہر حال میں اسے صدقے کے تقاضوں کو پُورا کرنا چاہیے!

چُنانچہ ہمیں عمل کرنے کی خاطر بتایا گیا ہے :

(۱) ہر نیک کام صدقہ ہے (دن میں کسی وقت کوئی اچھا کام انجام دے لو)[۱]

(۲) اپنے آپ کو بُرائی سے بچائے رکھنا بھی تصدّق کے زمرے میں آتا ہے۔[۲]

---

[۱] كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ ۔ فروع کافی - جلد ۴ - صفحہ ۲۶ طبع تہران - بحارالانوار - جلد ۹۳ صفحہ ۱۱۹ - طبع بیروت۔

[۲] اَلْإِمْسَاكُ عَنِ السُّوءِ صَدَقَةٌ ۔ مستدرک الوسائل - جلد ۷ صفحہ ۲۴۲ - طبع قم۔

(۳) ایک مسلمان آدمی کو چاہیئے کہ خود کچھ سیکھے اور جو سیکھا ہے اسے دوسروں کو منتقل کر دے۔ یہ صدقے میں شمار ہوگا۔ [۱]

(۴) کسی کو بُرا کام کرنے سے روکنا بھی صدقہ کہلائے گا۔ [۲]

(۵) زبان قابو میں رہے تو جانیئے صدقے کا عمل جاری ہے۔ [۳]

(۶) راستے سے ضرر پہنچانے والی چیزوں کو ہٹا کر کنارے کر دو۔ جیسے اینٹ، پتھر، کیل، کانٹا (نیز کیلے اور آم وغیرہ کے چھلکے جن سے پیر پھسل جاتا ہے) یہ سب کام صدقے میں گنے جائیں گے۔ [۴]

(۷) کسی مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرا دو۔ یہ بھی صدقہ ہے۔ [۵]

---

[۱] اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْماً ثُمَّ يُعَلِّمَهُ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ کنز الفرائد۔ حدیث ۱۶۳۵۷۔ نہج الفصاحۃ۔ صفحہ ۲۳۰۔ طبع ایران۔

[۲] نَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۸۲ طبع بیروت۔ مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۴۲

[۳] اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ حِفْظُ اللِّسَانِ۔ نہج الفصاحۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۱۔ طبع ایران

[۴] اِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ۔ کنز الفرائد کراجکی۔ حدیث ۱۶۳۰۵۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۸۲۔ طبع بیروت۔ مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۴۲۔

[۵] تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ اَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ۔ کنز الفرائد حدیث ۱۶۳۰۵ نہج الفصاحۃ جلد ۱ صفحہ ۳۷۸۔ طبع ایران۔

(۸) اچھی بات اور میٹھے بول کو بھی صدقہ کہا گیا ہے۔ [۱]

(۹) کوئی راستہ بھول گیا ہے اسے رستہ بتادو۔ اسے بھی صدقہ مانا جائے گا۔ [۲]

(۱۰) ہاں! "حرفِ حق" کہنے سے بہتر کوئی صدقہ نہیں! [۳]

(۱۱) پانی پلا کر کسی پیاسے کا کلیجہ ٹھنڈا کر دو۔ یہ تصدّق کا مثالی انداز قرار پائے گا۔ [۴]

(۱۲) نماز کے لیے مسجد کا رُخ کرو گے تو ہر قدم صدقے کے دفتر میں ثبت ہوگا۔ [۵]

---

[۱] اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ۔ مستدرک الوسائل جلد ۷ ۔صفحہ ۲۶۷

[۲] اِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِی ارضِ الضَّلَالِ صَدَقَةٌ ۔ کنز الفرائد ۔ حدیث ۱۶۳۰۵ ۔ مستدرک الوسائل جلد ۷ صفحہ ۲۴۲ ۔ نہج الفصاحۃ جلد ۱ صفحہ ۳۷۸ ۔ طبع ایران ۔

[۳] مَامِنْ صَدَقَةٍ اَفْضَلُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ ۔ کنز الفرائد ۔حدیث ۱۶۳۲۴ نہج الفصاحۃ جلد ۲ صفحہ ۷۰۸ ۔ طبع ایران ۔

[۴] اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اِبْرَادُ الْكَبِدِ الْحَرِّیِ ۔ بحار الانوار جلد ۹۶ صفحہ ۱۷۱ ۔ طبع بیروت مستدرک الوسائل جلد ۷ صفحہ ۲۵۰ طبع قم ۔

[۵] كُلُّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ۔ لآلی الاخبار جلد ۴ صفحہ ۱۳۳ طبع قم ۔

## ہاں! بھلا کر ترا بھلا ہو گا!

خُدا بھلا کرے مردِ آزاد غالبؔ کا جو درویش کی صدا کو نہایت خوبصورت سے مصرع میں ڈھال کر ایک بہت بڑی حقیقت کو اُجاگر کر گئے![1]

سچی بات یہ کہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے یا دوسرے لفظوں میں صدقے کی بدولت زندگی کے ہر شعبے میں رحمتِ خداوندی کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

دینی ادب کے مستند مجموعے بتاتے ہیں کہ صدقہ ہر درد کا درماں، ہر مرض کی دوا ہے۔ اس سے ہر مشکل آسان اور ہر مُراد پوری ہوتی ہے ——!

---

[1] غالبؔ نے یوں کہا ہے ؎ ہاں! بھلا کر ترا بھلا ہو گا
اور درویش کی صدا کیا ہے

اچھا! تو آئیے۔ اب محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کے رہنما اقوال کی روشنی میں صدقے کی "اہمیّت اور افادیّت" کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

## اہمیّت

صاحبِ تفسیر عیاشی لکھتے ہیں کہ :

"حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام جب کسی کو کچھ عنایت فرماتے تھے تو اس کا ہاتھ چُوم لیتے تھے! جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا : اِنَّهَا تَقَعُ فِيْ يَدِ اللهِ قَبْلَ يَدِ الْعَبْدِ۔ صدقہ خدا کے ہاتھ سے ہو کے بندے کے ہاتھ میں پہنچتا ہے! (گویا منظورِ بارگاہِ احدیّت قرار پاتا ہے!)

(مستدرک الوسائل جلد ۷ صفحہ ۲۱۸ طبع قم، تفسیر عیاشی جلد ۲
بحار الانوار۔ جلد ۹۳ صفحہ ۱۲۹۔ طبع بیروت)

اور صادق آلِ محمدؐ بیان فرماتے ہیں کہ :

"میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا یہ طریق کار تھا۔ آپؑ دی ہوئی چیز کو کفِ سائل سے اُٹھا کر اسے سونگھتے تھے، چومتے تھے اور اس کے بعد پھر مانگنے والے کے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے۔"

کچھ اور حدیثوں میں بھی وارد ہوا ہے کہ پروردگارِ عالم نے کائنات کی تمام اشیاء کے لیے محافظ مقرر فرمائے ہیں، سوائے صدّقے کے۔ صدّقہ براہِ راست اللہ خود لیتا ہے۔ (فروع کافی۔ جلد ۴ صفحہ ۹)

گویا سائل صرف ایک ذریعہ یا واسطہ ہے۔ دراصل صدّقے کے لین دین میں ایک فریق دینے والا ہے ——— اور دوسرا فریق خود وہ پاک پروردگار ہے ———!

اس ساری بات کو اب اس طرح سمجھنا چاہیئے۔ سورۂ توبہ کی یہ آیۂ وافی ہدایہ ہمارے ذہن کی یوں رہنمائی کرتی ہے:

"اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

"کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ خدا ہی ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی ان کے صدقے بھی لیتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ہی معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(آیت: ۱۰۴)

اس بنا پر صدّقات کو خاصی اہمیّت حاصل ہوگئی۔ کیونکہ یہ بارگاہِ ایزدی تک پہنچتے ہیں اور اس اعتبار سے خیرآت کے ساتھ خیرات لینے والا

بھی پیارا اور قابلِ احترام قرار پاتا ہے!

اچھا! اس سلسلے کی چند اور حدیثیں:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ:
مَنْ اَعْطٰی دِرْھَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَتَبَ
اللّٰہُ لَہٗ سَبْعَ مِائَۃَ حَسَنَۃٍ۔"

"سرکارِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص خدا کی راہ میں ایک درہم دے گا، اللہ اس کے نامۂ اعمال میں سات سو نیکیاں رقم فرمائے گا۔"

(بحار الانوار۔ جلد ۷ صفحہ ۱۲۲۔ طبع بیروت
مستدرک وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۱۵۹ طبع قم)

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ:
خَیْرُ اَبْوَابِ الْبِرِّ الصَّدَقَۃُ۔"

"سرتاجِ رُسُلؐ کہتے ہیں: بھلائی کرنے کا سب سے اچھا راستہ صدقہ ہے۔"

(نہج الفصاحۃ۔ حدیث ۱۵۰۸۔ صفحہ ۴۷۰۔ طبع ایران)

"عَنِ الرِّضَاؑ عَنْ آبَائِہٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ: خَیْرُ مَالِ الْمَرْءِ

وَ ذَخَائِرِہ الصَّدَقَۃ۔"

"حضرت امام رضاؑ اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضور رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے : آدمی کی بہترین جمع پونجی صدقہ ہے۔"

(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۲۲ طبع بیروت ۔ عیون الاخبار جلد ۲ صفحہ ۶۱)

نیز حضرت ختمی مرتبتؐ کے اس ارشادِ گرامی کو توحرزجاں بنائے رکھنے کی ضرورت ہے :

" اِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ ، صَدَقَۃٌ جَارِیَۃٌ اَوْ عِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَہٗ ۔"

"جب مومن دنیا سے گزر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع اور کارگزاری کی کتاب بند ہو جاتی ہے ۔ البتہ تین ذریعے ایسے ہیں جن کے باعث مرنے کے بعد بھی اس کے اعمال نامے میں اچھائیاں شامل ہوتی رہتی ہیں ! ایک ، مسلسل فیض پہنچانے والا صدقہ ۔ دوسرے ، اس طرح کا علم جس سے لوگ استفادہ کرتے رہیں ۔ تیسرے ، وہ نیک فرزند جو مرحوم باپ

کے لیے دعا گو رہے۔"

(تفسیر الصراط المستقیم۔آیۃ اللہ سید حسین بروجردی۔جلد ا صفحہ ۱۱۰ طبع موسستہ الوفا بیروت۔نہج الفصاحۃ۔حدیث ۲۳۹ صفحہ ۲۰۰۔طبع ایران)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ وَهَبَ اللهُ لَهُ مَالاً فَلَمْ يَتَصَدَّقْ مِنْهُ بِشَيْءٍ، أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: صَدَقَةُ دِرْهَمٍ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ عَشَرَةِ لَيَالٍ۔"

"بڑا ملعون ہے وہ شخص جسے خداوندِ عالم مال و دولت سے نوازے اور وہ اس میں سے صدقہ نہ نکالے، کیا پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ فرمان کسی کے کان تک نہیں پہنچا کہ صدقے کا ایک درہم دس دن کی سنتی نمازوں پر بھاری ہے۔"

(مستدرک الوسائل۔جلد ۷ صفحہ ۱۵۷۔منشورات قم)

نیز ثامن الائمہ سرکار امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"اَحَقُّ یَوْمٍ بِاَنْ یُسَرَّ الْعَبْدَ فِیْہِ یَوْمٌ
یَرْزُقُہُ اللّٰہُ صَدَقَاتٍ وَمَبَرَّآتٍ وَمُدْخَلَاتٍ
مِنْ اَخْوَانٍ لَہُ مُؤْمِنِیْنَ۔"

"بندے کے لیے خوشی کا سب سے بڑا دن وہ ہے
جس روز پروردگار عالم اسے اپنے مومن بھائیوں کو
صدقے خیرات اور داد و دہش کی توفیق عنایت فرمائے۔"

(مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۳۴۔ طبع قم)

## افادیّت

"خیر خیرات" کی اہمیّت پر مختصراً جو کہا گیا وہ نقش دل ہو جائے تو بڑی بات ہو گی ——— !

اب اس کی افادیّت کے بارے میں بھی تھوڑی سی گفتگو کرتے چلیں۔ باقر العلوم حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتَدْفَعُ سَبْعِیْنَ بَلِیَّۃٍ
مِنْ بَلَایَا الدُّنْیَا۔"

"صدقہ دنیا میں پیش آنے والی ———
ستّر مشکلوں ——— اور ——— مصیبتوں کو دُور

رکھتا ہے۔" (فروع کافی۔ جلد ۴۔ صفحہ ۶۔ طبع ایران

بحار الانوار۔ جلد ۹۶۔ صفحہ ۱۳۵۔ طبع بیروت)

اور آیئے! لگے ہاتھوں تھوڑا سا یہ بھی معلوم کرلیں کہ صدقے کے بدلے آدمی کو کیا کیا نعمتیں نصیب ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے پروردگارِ عالم کن کن آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے:

## سب سے بڑا تحفّظ

"اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِیُ غَضَبَ الرَّبِّ۔"

سرورِ دوجہاںؐ کا ارشاد ہے: صدقہ خدا کے غیظ و غضب سے بچاتا ہے۔"

(نہج الفصاحۃ۔ صفحہ ۲۸۳۔ حدیث ۶۴۶۔ طبع ایران)

## مجاہد کا مرتبہ ملتا ہے

"قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَام: اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ فَاِنَّ الْمُنْفِقَ بِمَنْزِلَۃِ الْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔"

"امیر المومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں: اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں صرف کرو۔ یاد رکھو! خدا کے نام پر خرچ کرنے والے کو

مجاہد کا مرتبہ ملتا ہے۔"

(وسائل الشیعہ۔ جلد ۹۔ صفحہ ۴۰۲۔ طبع قم)

## قیامت میں سایہ ہوگا

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: اَرْضُ الْقِیَامَۃِ نَارٌ مَا خَلَا ظِلَّ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّ صَدَقَتَہٗ تُظِلُّہٗ۔"

"حضور رحمۃ للعالمین کا فرمان ہے: قیامت کی زمین آگ کی طرح دہک رہی ہوگی، مگر مرد مومن پر سایہ ہوگا اور اس موقع پر اس چھاؤں کو اس کے دیے ہوئے صدقے کی کرامت جانو۔"

(فروع کافی کلینی۔ جلد ۴ صفحہ ۳۔ طبع تہران

ثواب الاعمال۔ صدوق۔ صفحہ ۱۷۱۔ طبع الاعلمی بیروت)

## جہنم سے چھٹکارا پاؤ گے

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ الصَّدَقَۃَ فَکَاکُکُمْ مِنَ النَّارِ۔"

"رسول مقبول کہتے ہیں: صدقہ دیا کرو۔ صدقہ دو گے تو جہنم سے چھٹکارا پاؤ گے۔" (نہج الفصاحۃ۔ حدیث ۱۱۵۱۔ صفحہ ۳۸۲)

## قبر کی گرمی نہیں ستائے گی

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِیُ عَنْ اَھْلِھَا حَرَّ الْقُبُوْرِ۔"

"شافعِ محشرؐ کا ارشاد ہے: صدقہ دینے والوں کو صدقے کے کارن قبر کی گرمی نہیں ستائے گی!"

(نہج الفصاحۃ۔ حدیث ۶۴۷۔ صفحہ ۲۸۳)

## صدقے سے گناہ مِٹ جاتے ہیں

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِتَمْرَۃٍ فَاِنَّھَا تَسُدُّ مِنَ الْجَائِعِ وَ تُطْفِی الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِی الْمَاءُ النَّارَ۔"

"سرکار نبی کریمؐ کا فرمان مبارک ہے: صدقہ دیا کرو۔ خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے بھی بھوکے کو ذرا سہارا مل جاتا ہے۔ صدقے سے آدمی کے گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں، جیسے پانی پڑنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔" (نہج الفصاحۃ۔ حدیث ۱۱۵۳۔ صفحہ ۳۸۵)

## افلاس نہیں رہتا، عمر بڑھ جاتی ہے

"قَالَ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ الْبَاقِرُ: اَلْبِرُّ

وَالصَّدَقَۃُ يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَزِيدَانِ فِي الْعُمُرِ۔"

"امام محمّد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: نیکی کرنے اور صدقہ دینے سے فقر و افلاس دُور ہوتا ہے اور اس سے آدمی کی عمر بڑھ جاتی ہے۔"

(بحار الانوار۔ جلد ۹۳۔ صفحہ ۱۲۰۔ طبع بیروت)

## بیماروں کا علاج

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ: دَاوُوْ مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَۃِ۔"

"سرتاجِ انبیاءؐ کا ارشادِ گرامی ہے: تم اپنے بیماروں کا علاج صدقے سے کیا کرو۔"[1]

(بحار الانوار۔ جلد ۹۳۔ صفحہ ۱۱۸
ثواب الاعمال۔ صدوق، صفحہ ۱۷۰۔ طبع الاعلمی بیروت)

---

[1] ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی۔ مولا! میرے گھر میں بارہ آدمی بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ امام عالی مقامؑ نے ہدایت فرمائی: داووھم بالصّدقۃ فلیس شئ اسرع لجابۃ من الصّدقۃ ولا اجدی منفعۃ علی المریض من الصّدقۃ۔ صدقے کے ذریعے ان کا علاج کرو کیونکہ صدقے سے بڑھ کر زود اثر نہ کوئی دوا ہے اور نہ تیر بہدف کوئی درماں۔ (لآلی الاخبار جلد ۲ صفحہ ۹۲۔ طبع قم)

## نہ دو تو بیماریاں بڑھ جاتی ہیں

" قَالَ النَّبِیُّ : اِذَا تَرَکُوا الصَّدَقَاتِ کَثُرَ الْاَمْرَاضُ۔"

"پیغمبرِ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: جب لوگ صدقہ دینا چھوڑ دیتے ہیں تو بیماریاں بڑھ جاتی ہیں۔"

(لآلی الاخبار۔ جلد۳ صفحہ ۹۳۔ طبع قم)

## مریض اپنے ہاتھ سے دے

" رُوِیَ عَنِ الصَّادِقِ : یُسْتَحَبُّ لِلْمَرِیْضِ اَنْ یُعْطِیَ السَّائِلَ بِیَدِہٖ وَیَاْمُرُ السَّائِلَ اَنْ یَدْعُوَ لَہٗ۔"

" امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے: بہتر یہ ہے کہ مریض اپنے ہاتھ سے سائل کو دے اور اس سے کہے کہ ہمارے لیے دعا کرو۔"

(فروع کافی۔ جلد۴۔ صفحہ ۴)

## غریب کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے

" قَالَ الْاِمَامُ عَلِیُّ ابْنِ الْحُسَیْنِ : مَا مِنْ رَجُلٍ تَصَدَّقَ عَلٰی مِسْکِیْنٍ مُسْتَضْعَفٍ

فَدَعَالَهُ الْمِسْكِيْنُ بِشَيْءٍ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهُ۔"

"امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے: جب کوئی کسی غریب محتاج کو صدقہ دیتا ہے اور وہ حالات کا مارا صدقہ دینے والے کے لیے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔"

(ثواب الاعمال۔ صفحہ ۱۷۶۔ طبع بیروت)

## بُری مَوت سے بچاتا ہے

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اَلصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مَيْتَةَ السُّوْءِ۔"

"ہادیٔ برحقؐ فرماتے ہیں: صدقہ، بُری طرح مرنے۔ یعنی! وبائی امراض، حرکتِ قلب بند ہونے یا حادثات کے نتیجے میں واقع ہونے والی مَوت سے بچاتا ہے۔"[1]

(فروع کافی۔ جلد۴ صفحہ۲۔ بحار الانوار۔ جلد۹۳ صفحہ ۱۳۰)

---

[1] محمّد ابن مسلم کہتے ہیں: ایک دفعہ میں مسجد نبویؐ میں سرکار باقر العلومؑ کے حضور موجود تھا کہ اچانک مسجد کا کنگرہ ایک شخص پر آرہا۔ مگر اسے کوئی گزند نہیں پہنچا! امامِ عالی مقامؑ نے فرمایا: اس بندۂ خدا سے کوئی ذرا پوچھے کہ آج اس نے کون سا ایسا نیک کام کیا تھا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہا!؟ (باقی اگلے صفحہ پر)

## غم و اندوہ سے محفوظ رکھتا ہے

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ : تَدَارَکُوا الْھُمُوْمَ وَالْغُمُوْمَ بِالصَّدَقَاتِ یَکْشِفُ اللّٰہُ تَعَالٰی ضُرَّکُمْ وَیَنْصُرُکُمْ عَلٰی عَدُوِّکُمْ۔"

"سرورِ کائنات ؐ کا ارشاد ہے : صدقہ دے کر تم اپنے آپ کو رنج و غم سے دُور رکھو۔ پروردگارِ عالم صدقے کے باعث تمھیں ہر ضرر سے بچائے گا اور دشمن کے مقابل کامیابی عطا کرے گا۔" (نہج الفصاحۃ ۔ حدیث ۱۸۹۳)

## صدقہ رزق کی کنجی ہے

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ : اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الرِّزْقِ الصَّدَقَۃ۔"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں : ہر بند چیز تک پہنچنے کی ایک کنجی ہوتی ہے، رزق

---

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس شخص نے بتایا کہ میں اپنے گھر سے نکلا تو ہاتھ میں تھوڑی سی کھجوریں تھیں۔ راستے میں ایک غریب آدمی مل گیا۔ وہ کھجوریں میں نے اسے دے دیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا : بس! وہ صدقہ آڑے آگیا اور یہ بچ گیا! (لآلی الاخبار ۔ جلد ۳ صفحہ ۸۴)

کا دروازہ کھولنے کی چابی صدقہ ہے۔"

(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۳۴۔ وسائل الشیعہ جلد ۹ صفحہ ۳۶۹)

## روزی ملنے کا ذریعہ

"قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:
اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَۃِ۔"

"مولائے متقیان کی ہدایت ہے: صدقہ دو روزی حاصل کرو۔"

(بحارالانوار۔ جلد ۹۳ صفحہ ۱۲۰)

## صدقہ دینے سے قرض ادا ہوتا ہے

"عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ:
اِنَّ الصَّدَقَۃَ تَقْضِی الدَّیْنَ وَتُخْلِفُ بِالْبَرَکَۃِ۔"

"صادق آلِ محمدؐ کا ارشاد ہے: صدقہ دینے سے قرضہ ادا ہوتا ہے اور برکت نصیب ہوتی ہے۔"

(فروع کافی۔ جلد ۴۔ صفحہ ۹)

## صدقے سے آمدنی بڑھتی ہے

"عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ

تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ الصَّدَقَةَ تَزِيْدُ فِي الْمَالِ كَثْرَةً تَصَدَّقُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔"

"امام جعفر صادق علیہ السّلام کا بیان ہے کہ: سرکار ختم المرسلینؐ نے یہ حکم دیا ہے: لوگو! صدقہ نکالا کرو۔ اس سے تمھاری آمدنی بڑھے گی۔ اللہ تم پر کرم فرمائے، صدقہ دیا کرو۔"[1]

(فروع کافی۔ جلد ۴ صفحہ ۹)

---

[1] اس سلسلے میں صاحبِ "لآلی الاخبار" علامہ محمد نبی تویسرکانی نے یہ عجیب و غریب واقعہ تحریر کیا ہے۔ عبدالرحمٰن اوزاعی کہتے ہیں: عید کی رات تھی۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں باہر نکلا، آنے والا میرا پڑوسی تھا۔ سلام اور مزاج پرسی کے بعد، ان صاحب نے کہا۔ بھائی! صبح عید ہے اور ہاتھ بالکل خالی ہے! بچّوں کے لیے کچھ نہیں ہو سکا! بھیا اگر تم اس وقت میری تھوڑی مدد کر دو تو میرے بچّے بھی عید منالیں گے! یہ سُن کر میں گھر آیا اور سارا ماجرا اپنی زندگی کی ساتھی کو سُنا دیا۔ اس اللہ کی بندی نے سب سُننے کے بعد کہا: میرے پاس سر دست صرف پانچ درہم ہیں! ڈھائی درہم اپنے خرچے کے لیے رکھے لیتے ہیں اور ڈھائی درہم انھیں دے دیجیے۔ اس پر میں نے کہا دیکھو! ہمارا یہ پڑوسی بڑا نیک اور خود دار آدمی ہے۔ اس سے پہلے اس نے کبھی ہم سے اس قسم کی بات نہیں کی۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ پوری رقم اسے دے دیں تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ میری بیوی نے اس سے اتفاق کیا۔ اور ہمارے پاس جو پانچ درہم تھے وہ پڑوسی کے حوالے کر دیے۔ دوسرے روز رات کے وقت میرا ایک دوست مجھ سے ملنے آیا اور ایک تھیلی جس میں مبلغ ڈھائی ہزار ریال تھے میری طرف (باقی اگلے صفحہ پر)

## سائل خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے

"قَالَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام: اِنَّ الْمِسْکِیْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ فَمَنْ مَنَعَہٗ فَقَدْ مَنَعَ اللّٰہَ وَمَنْ اَعْطَاہُ فَقَدْ اَعْطَی اللّٰہَ"

"جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: ضرورت مند سائل، خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا جس نے اس کے سوال کو رَد کر دیا، اُس نے گویا خدا کی بات نہیں رکھی! اور جس نے اس کی طلب پوری کر دی اس کا شمار خدا کو دینے والوں میں ہو گا۔"

(لآلی الاخبار)

---

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بڑھاتے ہوئے کہنے لگا: یہ رقم میں نے کسی کام کے لیے رکھی تھی۔ مگر کل شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرما رہے ہیں: یہ تم اوزاعی کو دے دو۔ تمھاری مراد بر آئے گی۔ لو! بھائی اسے قبول کرو! خدا حافظ! میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور سر بارگاہِ رب العزت میں جھکا دیا۔ مگر! ساتھ ہی میرے ضمیر نے آواز دی — اوزاعی! اسے کہتے ہیں بُرے وقتوں کسی کے کام آنے کا صلہ۔ اور یہ ہے اپنے آپ کو نظر انداز کر کے دوسروں کو صدقہ دینے کی جزا! (لآلی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۹۱ طبع قم)

# صدقے کی تہذیب

اسلامی شریعت نے ہمیں بھلائی کے کاموں میں از خود "رضاکارانہ" طور پر شرکت کے سلسلے میں ایک خاص شعور دیا ہے۔ سلیقہ بتایا ہے۔ طریقہ نکالا ہے۔ راہ دکھائی ہے۔ اور دل و دماغ کے لیے ایک انوکھی روش ڈالی ہے۔

اگر ہم کسی ضرورت مند کی کوئی خدمت بجا لانا چاہیں تو ایسے موقعوں پر کیا کریں۔ کیا نہ کریں ـــــــ؟

فرض کیجیے! مالی تعاون کی بات ہے، اب کیا دیں ـــــــ؟
کیوں کر دیں ـــــــ؟ کب دیں ـــــــ؟ کس نیّت سے دیں ـــــــ؟
اور کیسے دیں ـــــــ؟

الغرض! یہاں خدا کے نام پر داد و دہش کے سنبھلے ہوئے جذبے کے ساتھ قانون قاعدوں کا ایک حسین مجموعہ یا بھرپور تہذیب کا ' ایک

خوبصورت سا مرقّع سامنے آجاتا ہے!

اب ضروری ہے کہ ہم صدقے سے تعلّق رکھنے والے تمام اصول و اقدار کا خیال رکھیں تاکہ ہمارا ہدیہ قبول اور ہماری کوششیں بارآور ہوں۔

## چند ہدایات!

اللہ کے نام پر دینے دلانے کے بارے میں قرآن و حدیث اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عملی زندگی سے جو ہدایات حاصل ہوئی ہیں اور ہم نے جنھیں "تہذیب" کا نام دیا ہے، ان میں سے بعض رہنما باتیں سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔

### ☐ تصدّق معیاری ہونا چاہیئے

جو چیزیں صدقے میں دی جائیں، حالات کے لحاظ سے ان کا اچھا، عمدہ، اور معیاری ہونا شرط ہے۔

پروردگارِ عالم ارشاد فرماتا ہے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ
مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ ص وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ
تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ
تُغْمِضُوْا فِیْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○

"ایمان لانے والو! تم نے کاروبار سے جو کمایا ہے اور ہم نے تمھارے لیے زمین سے جو کچھ نکالا ہے' اس میں سے جو بہت اچّھا اور عُمدہ حصّہ ہو' وہ خدا کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ یہ نہ ہو کہ بُری بد تر چیزیں چھانٹ کر اس کے نام پہ دے دو۔ یعنی! ایسی چیزیں جو خود تمھیں دی جائیں تو تم انھیں لینا گوارا نہ کرو۔ اور اگر لینا ہی پڑ جائیں تو اپنی آنکھیں بند کر لو! نیز تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ بڑا بے نیاز اور ستودہ صفات ہے"

(سورۂ بقرہ۔ آیت: ۲۶۷)

آیۂ کا مطلب دھوپ کی طرح روشن ہے۔ پیغمبرِ اکرمؐ کے مبارک زمانے میں بھی کچھ بد نفس "سڑے اُبسے کھجور صدقے میں دے دیا کرتے تھے اور سرکارؐ ان کی اس حرکت پر برہمی کا اظہار فرماتے تھے!"

(فروعِ کافی۔ جلد ۴۔ صفحہ ۴۸)

آج بھی بیشتر جگہوں پر یہی ہو رہا ہے! باسی تباسی روٹیاں' رات کی بچی کھچی دال۔ پھٹے پُرانے کپڑے۔ دل سے اُترا ہوا ناکارہ ردّی سامان وغیرہ۔ یہ سب خالقِ کائنات اور ساری خلقت کو رزق دینے والے

کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے!

قرآن کہتا ہے کہ یہ رویّہ نادرست۔ "اور وہ جو کسی طرح بھی کسی کا محتاج نہیں اس کے حوالے سے اس طرح کا برتاؤ اہانت آمیز بھی ہے۔"

لہٰذا اس کی بارگاہِ بزرگ و برتریں جو کچھ حاضر کیا جائے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہر اعتبار عمدہ سے عمدہ ہونا چاہیئے۔

سرکارِ رسالتمآبؐ کے ممتاز صحابی جناب ابوذر غفاری نے ایک مرتبہ حضورؐ سے دریافت کیا: کون سا صدقہ سب سے اچھّا قرار پاتا ہے آقا! ؟

حضرت ختم المرسلینؐ نے ارشاد فرمایا:

"اَعْلَاهَا ثَمَنًا وَ اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا"

"صدقے میں دی گئی چیز بہت مہنگی والی ہو اور دینے والے کو پسند بھی بہت زیادہ ہو!"

(مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۴۸۔ طبع قم)

## □ چھپا کر دینا زیادہ اچھّا ہے

صدقہ کس طرح دیا جائے۔ اس ضمن میں قرآنِ حکیم ہماری یوں رہبری کرتا ہے:

"اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ

لَكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

"اگر تم علانیہ، سب کے سامنے صدقہ خیرات دیتے ہو
تو اچھا ہی ہے! مگر لوگوں سے چھپا کر ضرورت مندوں
کو دینا تمھارے حق میں کہیں بہتر ہے۔ اس طرح تمھاری
کچھ بُرائیاں بھی دُور ہو جائیں گی۔ نیز اللہ کو تمھاری
تمام کارگزاریوں کا علم ہے۔"

(البقرہ۔ آیت : ۲۷۱)

وضاحت کے لیے یہاں یہ یاد دلاتے چلیں کہ صدقے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک واجب اور دوسرے مستحب۔ زکوٰۃ اور فطرہ کا شمار واجب صدقات میں ہوتا ہے اور مستحب صدقوں کی بہت سی شکلیں ہیں۔ یوں سمجھیے کہ از خود اپنی خوشی اور صحیح طریقے سے اللہ کے نام پر دوسروں کی اعانت کے لیے جو کچھ کیا جائے وہ صدقۂ مستحبّہ ہے!

علانیہ طور پر خیرات کرنے اور چھپا کر دینے دلانے کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات کو آشکارا انجام دینا خوبی کی ایک علامت ہے۔ مگر نوافل و مستحبّات کے لیے پس پردہ رہنا زیادہ اچھا ہے!

بنابریں! جو واجب صدقے ہیں وہ کھلّم کھلّا دے دیں۔ لیکن! مستحب صدقوں میں اس کا خیال رہے کہ "ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی خبر نہ ہونے پائے۔" (وسائل الشیعہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۵)

## □ نہ احسان جتائیں نہ تکلیف پہنچائیں!

کسی کے ساتھ آپ نے کوئی نیک ک کیا ہے تو اسے نیک ہی رہنے دیں۔ احسان جتا کر۔ طعنے دے کر۔ طنز آمیز گفتگو سے یا پھر اپنی برتری کا اظہار کر کے غریب آدمی کو دکھ نہ دیں۔ اس رویّے سے کم از کم نیکی برباد ہو جاتی ہے ____ !

قرآن مجید کی اس آیہ وافی ہدایہ پر غور کیجیے :

"یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی" كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ○

" ایمان لانے والو! تم اپنے صدقوں کو احسان رکھنے

اور اذیّت دینے سے اس شخص کی طرح ضایع نہ کر دینا
جو اپنا اثاثہ لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہو، ایسا
آدمی نہ تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر یقین!
اس کی مثال تو اس چٹان جیسی ہے جس پر مٹی بیٹھ جاتی
ہے مگر جیسے ہی زوروں کا پانی پڑتا ہے ساری مٹی بہ
جاتی ہے اور چٹان نکل آتی ہے۔ اس قسم کے لوگ
خیر خیرات کے ذریعے جو نیکی حاصل کرتے ہیں اس سے
انھیں کچھ ملنے ملانے والا نہیں! اور اللہ انکارِ نعمت
کرنے والوں کی ہدایت بھی نہیں کرتا۔"

(البقرہ۔ آیت : ۲۶۴)

پھر اس آیت سے پہلے دو آیتیں اور ہیں جو ہمیں دوسروں کی مدد کے شریفانہ طور طریقے اور کسی کے ساتھ تعاون کرنے کی تمیز سکھاتی ہیں نیز قاعدے کی پابندی سے جو اجر ملے گا اور جو خوبی نصیب ہوگی۔ ان آیتوں میں اس کا بھی بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّ لَآ اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ○

"جو لوگ اللہ کے لیے اپنا پیسہ خرچ کرتے ہیں اور
خرچ کر کے نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچاتے
ہیں اس کی جزا ان کا پالنے والا دے گا۔ اور پھر انھیں نہ
کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی غم واندوہ میں گرفتار ہوں گے۔"

(البقرہ۔ آیت: ۲۶۲)

دُوسری آیہ مبارکہ میں انسانی نفسیات کی تسکین کے ایک اہم رُخ اور اخلاقی ادب کے ایک بڑے خوبصورت نکتے سے آگاہ کیا گیا ہے۔

قُرآن کہتا ہے:

"قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○

"ایک میٹھا بول اور (سائل) کی کسی ناگوار بات سے
درگزر اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دُکھ
(دل آزاری) ہو۔ اور اللہ بڑا بے نیاز ہے نیز
بردباری اس کا خاصّہ ہے۔"

(البقرہ۔ آیت: ۲۶۳)

اور ہادیٔ برحق، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بابت یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ اَسْدَیٰ اِلیٰ مُؤمِنٍ مَعْرُوفاً ثُمَّ آذَاہُ بِالْکَلَامِ، اَوْمَنَّ عَلَیْہِ فَقَدْ اَبْطَلَ اللہُ صَدَقَتَہُ."

"جو شخص کسی مومن کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بعد اپنی کسی بات سے اسے اذیّت پہنچائے گا یا احسان جتائے گا تو آفریدگارِ عالم اس کے اس "عملِ خیر" کو ضایع کر دے گا۔" (مستدرک وسائل الشیعہ۔ جلد ۷ صفحہ ۲۳۳)

اور حکیم الٰہی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے اس دستاویز میں جو خصوصیّت سے مصر کے سربراہ مالک اشتر کے لیے تحریر فرمائی تھی چند جملوں کے ذریعے اس نظریّے کی بھی تلقین فرمائی ہے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں۔ سرکارؑ رقم طراز ہیں:

"اِیَّاکَ وَالْمَنَّ عَلیٰ رَعِیَّتِکَ بِاِحْسَانِکَ، اَوِالتَّزَیُّدِ فِی مَاکَانَ مِنْ فِعْلِکَ اَوْ اَنْ تَعِدَھُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَکَ بِخُلْفِکَ فَاِنَّ الْمَنَّ یُبْطِلُ الْاِحْسَانَ، وَالتَّزَیُّدَ یَذْھَبُ

بِنُورِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفَ يُوجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ۔"

"ہاں! دیکھو، مالک! اپنی رعایا کے ساتھ بھلائی کر کے کبھی احسان نہ رکھنا اور نہ اپنے کیے ہوئے کو بتانے کے لیے مبالغے سے کام لینا، نیز زبان دے کر وعدے سے ہرگز نہ پھرنا۔ یاد رہے۔ احسان جتانے سے نیکی برباد جاتی ہے، اور اچھے سلوک کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے حق کی روشنی نہیں رہتی۔ اور وعدہ خلافی اللہ کو بھی ناپسند ہے اور خلق خدا بھی اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔"

(نہج البلاغہ۔ شرح شیخ محمد عبدہ۔ حصہ ۳ صفحہ ۱۰۹۔ طبع دار الہدیٰ۔ بیروت)

نیز موضوع کی مناسبت سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائے مکارم الاخلاق کے ان فقروں کو توجی چاہتا ہے پڑھیں اور پڑھ کر کلیجے میں اتار لیں حضرتؑ فرماتے ہیں:

"وَاَجْرِ لِلنَّاسِ عَلٰى يَدِيَ الْخَيْرَ وَلَا تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ۔"

"پروردگارا! میرے ہاتھوں کو لوگوں کے لیے "مشغول خیر" رکھ

اور میرے مالک! منت گزاری سے نیکی کے اثرات کو
زائل نہ ہونے دے۔"

(صحیفۂ سجادیہ۔ صفحہ ۲۰۔ طبع لندن)

## ☐ صدقہ دینے والوں کی قدر کی جائے!

اس دنیا میں اللہ کی خوشنودی کے لیے بہت سے لوگ صرف فیاضی ہی نہیں دکھاتے ہیں، ایثار کے جذبے سے بھی کام لیتے ہیں۔

مگر، جہاں اتنی پیاری ہستیاں موجود ہیں، وہاں اس قسم کی مخلوق بھی نظر آتی ہے جس کے دل و دماغ میں کسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کی کوئی جگہ نہیں! بلکہ یہ انسان نما افراد اگر دوسروں کو نیکی کرتے دیکھ لیں تو انھیں تکلیف ہوتی ہے!

طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ طنز کرتے ہیں۔ ہنسی اُڑاتے ہیں۔ غرضکہ ان کا بس نہیں چلتا کہ کیا کہہ ڈالیں اور کیا کر گزریں؟!

مثلاً ـــــ ارے صاحب! وہ تو نام و نمود اور شان و شوکت پر مَرے جاتے ہیں۔ جب دیکھیے۔ فقیر جمع ہیں، خیرات بٹ رہی ہے! تعریفیں برس رہی ہیں۔ دعائیں بلند ہو رہی ہیں!

اور ان سے ملیئے۔ اپنا بوجھ اٹھائے نہیں اُٹھتا۔ مگر دوسروں کا پُورا ڈالنے کے لیے اُدھار لینے سے بھی باز نہیں آتے!

بہرکیف! یہ جلی کٹی کرنے والے وہ آدمی ہیں جن کی توفیق سلب اور انسانیت مرچکی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

"اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰىھُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ ۡ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ۭ"

"ان لوگوں کو کیا یہ نہیں معلوم کہ اللہ ان کی تمام ڈھکی چھپی باتوں اور سرگوشیوں تک سے واقف ہے۔ نیز غیب کے سارے امور سے آگاہ ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ دولت اکٹھا کرنے والے وہ کنجوس، جو خوش دلی سے خدا کے نام پر خیرات کرنے والے مؤمنین کے بارے میں بدگوئی کرتے ہیں نیز ان پر ہنستے ہیں جن کے پاس دُوسروں کی کمک کرنے کے لیے

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جو وہ محنت مشقّت
سے کماتے ہیں اور پھر مقدُور بھر ضرورت مندوں کا ہاتھ
بٹاتے ہیں۔ ان ہنسی اڑانے والوں پر اللہ بھی خندہ زن
ہے اور یہ بڑے دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔
اے نبیؐ! تم ان کے واسطے معافی چاہو یا نہ چاہو، بلکہ اس
قماش کے لوگوں کے لیے تم ستّر مرتبہ بھی معافی کے خواستگار
ہو گے تب بھی اللہ انھیں معاف نہیں کرے گا۔"

(سورۂ توبہ۔ آیت: ۷۸۔ ۷۹)

## اور سب سے بڑی شرط!

صدقات، کے حوالے سے ہماری شریعت، شایستگی صرف اس میں سمجھتی ہے کہ کسی کو جو دیا جائے اور جو اچھا کام کیا جائے وہ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہو۔ اس میں کوئی ذاتی غرض نہ ہو بلکہ دل کی تہوں میں بھی نام کو خود بینی اور خود پسندی چھُپی ہوئی نہ دکھائی دے۔ محرّکاتِ عمل میں رضائے الٰہی اور اس کے لازمے کے علاوہ ڈھونڈھے سے بھی کچھ اور نہ ملے، کسی اور بات کا خیال تک نہ آنے پائے۔ بس! خدا کی خوشنودی مطلوب و مقصود ہے!

پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے:

"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

"جو لوگ خدا کی خوشنودی اور اپنے دل کے قرار "نفس کے ثبات" کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر لگا ہوا ہو، اور اس پر خوب زور کا پانی پڑ جائے۔ تو دُگنے پھل دے گا۔ اور اگر دھواں دھار مینہ نہ برسے تو ایک چھینٹا ہی کافی ہے، اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ سب اللہ کے سامنے ہے۔"

(سورۂ بقرہ - آیت: ۲۶۵)

دُوسری آیت میں یوں ہدایت کی جاتی ہے:

"وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ
وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ
وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

"اور نیکی کے ارادے سے تم جو صرف کرتے ہو، وہ تمھارے اپنے بھلے کے لیے ہے۔ پھر تم تو صرف اللہ کی رضا کے واسطے خرچ کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم اچھّے کاموں میں خرچ کروگے اس کا پورا معاوضہ تمھیں ملے گا۔ اور تمھاری حق تلفی نہیں ہوگی۔"

(سورۂ بقرہ۔ آیت: ۲۷۲)

## خدا دوستی کی منفرد مثال!

قرآن حکیم نے سورۂ دہر میں للّٰہیت۔ صفائے نیّت۔ ایثار اور ہمدردی کے ایک روح پرور مثالی واقعے کی تصویر اتاری ہے!

اس سورۂ مبارکہ کی اٹھارہ ۱۸ آیتیں ایسی ہیں جو لہکتے ہوئے قصیدے کا سا سماں باندھتی ہیں! نیز جناب امیر علیہ السّلام اور آپ کے عظیم خاندان کے خصائص و امتیازات سے انسانی ذہن کو روشن کرتی ہیں۔ اس نغمہ ریز اور ترنّم خیز "تحسین نامے" کے بیان میں بہت سے مشہور و معروف مفسّر۔ بڑے بڑے محدّث نامی گرامی عالم اور مانے ہوئے راویانِ کرام شامل ہیں۔[1]

---

[1] إِنَّ الْأَبْرَارَ..... سے لے کر سَعْيُكُم مَّشْكُورًا تک اٹھارہ ۱۸ آیتیں ہیں۔ باقی اگلے صفحہ پر

صفِ اوّل کے یہ تمام علماء کہتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ رسول مقبولؐ کے نواسے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ بیمار پڑ گئے۔ آنحضرتؐ بچوّں کو دیکھنے کے لیے بیٹی کے گھر تشریف لائے مزاج پرسی کی، اور پھر علی ابن ابی طالبؑ سے فرمایا :

اے علیؑ ! بچوّں کی صحّت یابی کے واسطے تم روزے نذر کرو۔

علیؑ مرتضیٰ نے اور ان کے ساتھ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نیز گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والی خاتون فضّہ نے بھی تین روزے رکھنے کی مَنّت مان لی ———— !

لیجئے ! دوسرے دن سے روزے شروع ہو گئے مگر گھر میں افطار کے لیے کچھ نہیں تھا ! بنا بریں فاتح خیبر علیؑ ابن ابیطالب نے پڑوس کے

---

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جن سے آنکھوں کو سُکھ، کلیجے کو ٹھنڈک اور فکر و ضمیر کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم دو قدیم، معتبر حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایک تو پانچویں صدی ہجری کے حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے نامور دانش مند حاکم حسکانی جنھوں نے اپنی وقیع تصنیف "شواہد التنزیل" میں مذکورہ آیات پر کوئی بائیس ۲۲ صفحے تحریر کیے ہیں۔

شواہد التنزیل از صفحہ ۳۹۳ تا ۴۱۴ جلد ۲ - طبع تہران

اور غیبتِ صغریٰ کے دور کے ممتاز شیعہ محدّث و مفسّر فرات ابن ابراہیم کوفی نے اپنی مختصر نویسی کی عادت کے باوجود ان آیتوں کی توضیح و تشریح سے اپنی گراں بہا تالیف، تفسیر فرات کے گیارہ صفحے سجائے ہیں۔ تفسیر فرات - از صفحہ ۵۱۹ تا ۵۲۹ - طبع تہران

دکان دار شمعون بن حارا سے ضرورت بھر جَو لیے اور نقد قیمت ادا کرنے کے بدلے یہ طے کیا کہ جتنے کے جَو ہیں اتنی رقم کا اُون کات دیا جائے گا۔

سیّدۂ عالمؑ نے اُون کاتنا شروع کیا۔ اور پھر شام ہوتے جتنے کی کتائی کی تھی، بس! اتنے جَو الگ کر کے پیسے۔ پانچ روٹیاں پکائیں!

افطار کا وقت آیا۔ اور ساتھ ہی کسی کی یہ آواز!

"گھر والوں کا بھلا۔ میں ایک مسکین ہوں۔ نادار آدمی ہوں۔ اللہ کے نام پر کھانا کھلا دو۔"

جیسے ہی سائل کی صدا کانوں تک پہنچی۔ علیؑ اپنی روٹی لے کر اٹھے۔ فاطمۂ ان کے پیچھے پیچھے۔ دونوں نے اپنی اپنی روٹی مانگنے والے کے حوالے کر دی ——!

بچّے چھوٹے ضرور تھے مگر دل کے بہت بڑے تھے! انھوں نے بھی اپنی اپنی روٹی مسکین کو دے دی!

اور فضّہ بھی تو اسی گھر کی تربیت یافتہ تھیں، اس عملِ خیر میں بھلا وہ کیوں نہ حصّہ لیتیں؟ چنانچہ فضّہ نے بھی رضائے الٰہی کے لیے اپنے کھانے کی روٹی فقیر کے سپرد کر دی —! اور پھر سب نے پانی سے روزہ کھولا!

دوسرے دن بھی اسی عنوان سے روٹیاں پکیں، اور عین افطار کے وقت یہ صدا سُنائی دی:

"ہے کوئی جو مجھ یتیم کو کھانا کھلا دے۔"

حسبِ سابق اس روز بھی سب نے اپنی اپنی روٹیاں دروازے پر آنے والے سوالی کو دے دیں! اور گھونٹ بھر پانی سے افطاری کا کام لیا!

اب تیسرا دن ہے۔ روٹیاں تیّار ہوئیں۔ رسولؐ کا گھرانہ روزہ کھولنے بیٹھا ہی تھا کہ ایک قیدی نے پکار لگائی:

"کیا اس بھوکے اسیر کو اس بڑے گھر سے کچھ کھانے
کو مل جائے گا ——— ؟"

لیجیے! تیسرے دن بھی سب نے اپنی اپنی روٹیاں در پر کھڑے قیدی کو سونپ دیں! اور اللہ کا شکر بجا لا کر پانی سے افطار کر لیا ——— !

مگر آفریدگارِ عالم نے اہلِ بیتؑ کے اس معیاری اور مثالی کردار کی تفصیلات کو وحی کے سانچے میں ڈھال کر قرآن حکیم کا حصّہ بنا دیا!

جنابِ امیر علیہ السّلام نے اپنے اور اپنے گھر کی تمام ہستیوں کے شفّاف ذہن، بے لوث رویّے، حق پرستانہ جذبے اور ایثار و فدویّت میں ڈھلے ہوئے احساسات کا جس طرح اور جن لفظوں میں اظہار فرمایا تھا اس کے جواب میں، دل کی حالت سے باخبر اور نیّت کے خلوص سے آگاہ اس پاک پروردگار نے تعارفی عنوان کے ساتھ ان آیتوں میں اہلِ بیتؑ اطہار

کی غیر معمولی عظمتوں اور امتیازی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے۔ نیز جنّت کے ماحول، اس کے علاوہ وہاں انھیں جو نعمتیں حاصل ہوں گی اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے معبودِ مطلق نے ارشاد فرمایا ہے:

یہ تو ہے تمھاری جزا ـــــــ مزید برآں تمھاری کارگزاری لائق تشکر ہے۔

# صدقہ دینے کا سب سے اچھا موقع

یُوں تو خدا کی راہ میں دینے دلانے کے سلسلے میں وقت وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں! جس گھڑی جس ساعت نیکی کا جذبہ جوش میں آئے — دوسروں کی کمک کے لیے کمربستہ ہوکر پروردگارِ عالم کی خوشنودی حاصل کیجیے اور اس کی حفظ و امان میں رہیے۔

سرورِ دوعالم ارشاد فرماتے ہیں:

"عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ۔"

"ہر مسلمان کو روزانہ صدقہ نکالنا چاہیے۔"

(مستدرک الوسائل جلد ۷ صفحہ ۱۷۲ طبع قم)

اور حضرت صادق آلِ محمدؐ حضور نبی کریمؐ کی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں:

"إِذَا أَصْبَحْتَ فَتَصَدَّقْ بِصَدَقَةٍ تَذْهَبُ

عَنْكَ نَحْسَ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَاِذَا اَمْسَيْتَ فَتَصَدَّقْ بِصَدَقَةٍ تَذْهَبُ عَنْكَ نَحْسَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ۔"

"صبح ہو تو صدقہ نکال دیا کرو تاکہ اس دن کی نحوستوں سے بچے رہو اور شام آئے تب بھی صدقہ دے دیا کرو اس لیے کہ اس اچھے کام کے سبب تم رات کو سر اٹھانے والی ہر برائی سے محفوظ رہو گے۔"

(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۷۷۔ طبع بیروت)

اس ضمن میں مزید تاکید کے لیے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے:

"بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَآءَ لَا يَتَخَطَّى الصَّدَقَةَ۔"

"لوگو! صدقے سے اپنی صبح کا آغاز کیا کرو۔ کیونکہ کوئی بلا صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔"

(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۱۷۶۔ طبع بیروت

وسائل الشیعہ جلد ۹ صفحہ ۳۷۱۔ طبع قم)

اور یہ بھی حضورؐ ہی کا ارشاد ہے جسے آپ کے جانشین ——

امام جعفر صادق علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُ نَحْسَ
لَيْلَتِهٖ عَنْهُ فَلْيَفْتَحْ لَيْلَتَهٗ بِصَدَقَةٍ
يَدْفَعُ عَنْهُ نَحْسَ لَيْلَتِهٖ۔"

"جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ پروردگار عالم اس کی رات میں
نحوست نہ شامل ہونے دے تو اسے چاہیئے کہ رات
کے شروع میں صدقہ نکال دیا کرے تاکہ شب کی نحوست
زائل ہو جائے۔"

(لآلی الاخبار۔ جلد ۳۔ صفحہ ۸۵۔ طبع قم)

مگر ــــ بات یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے چونکہ بعض مہینوں۔ کچھ دنوں اور چند مقامات کو اپنے لُطف وکرم سے فضیلت بخشی ہے اور غیر معمولی شرف سے نوازا ہے اس باعث ان وقتوں ان دنوں میں صرف خدا کے لیے داد و دہش ہی کا طرز عبادت نہیں بلکہ بندگی کا ہر انداز سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اطاعت گزار کو معمول سے زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے!

جیسے رمضان کا مقدس مہینہ ہے۔ یہ صدقے کے ذریعے برکتوں کے حصول کا بڑا قیمتی موقع فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ تَصَدَّقَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِصَدَقَةٍ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فَمَا فَوْقَهَا، كَانَ أَثْقَلُ عِنْدَ
اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ جِبَالِ الْأَرْضِ ذَهَبًا
تَصَدَّقَ بِهَا فِیْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ۔"

"رمضان کے مہینے میں کوئی ایک ذرۂ ناچیز بھی کسی
کو صدقے کے طور پر دے دے تو بارگاہِ احدیّت میں
اس کی قدر و قیمت کسی اور موقع پر خیرات میں دیئے
ہوئے دنیا بھر کے پہاڑوں کے برابر سونے سے بھی
زیادہ ہو گی۔"

(مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۱۸۸۔ طبع قم)

اسی طرح عرفے کے روز بھی خیر خیرات کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔
چنانچہ امام رضا علیہ السّلام نے جب خراسان میں قیام فرمایا تو اس
دوران اپنا سارا مال و اسباب عرفے کے دن اللہ کی راہ میں تصدّق کر دیا!

(مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۱۸۷۔ طبع قم)

اور امام محمّد باقر علیہ السّلام عرفے کے دن کسی سائل کو کچھ دیئے بغیر
نہیں جانے دیتے تھے۔ (بحار الانوار۔ جلد ۹۳ صفحہ ۱۸۰۔ طبع بیروت)

یہی عنوان عیدِ غدیر کا ہے۔ معصومؑ فرماتے ہیں:

"امکانی طور پر ہر آدمی کوشش کرے کہ اس روز اپنے
عزیز و اقربا، دوست احباب اور عام لوگوں کے ساتھ
اچھی طرح پیش آئے اور کسی نا کسی طریقے سے انھیں کچھ
فائدہ پہنچائے۔ آج کے دن کی دریا دلی سے دولت و
ثروت بھی بڑھتی ہے اور عمر و اقبال میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔"

(مصباح کفعمی۔ صفحہ ۶۸۱۔ طبع الاعلمی بیروت)

اور ہفتے کے دنوں میں جمعہ کو "سید الایام" قرار دیا گیا ہے۔ یہ
بہت بڑا دن ہے۔ اس بارے میں حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے:

"مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ بِيَوْمٍ اَفْضَلُ مِنْ يَوْمِ
الْجُمُعَةِ۔"

"ہر صبح نکلنے والے سورج نے جمعہ سے بہتر اور کوئی
دن نہیں دیکھا۔" (لآلی الاخبار۔ جلد ۳۔ صفحہ ۴۱۔ طبع قم)

اسی لیے صادق آلِ محمدؑ فرماتے ہیں:

"اَلصَّدَقَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تُضَاعَفُ لِفَضْلِ
يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلٰى غَيْرِهِ مِنَ الْاَيَّامِ۔"

"جمعے کو صدقہ دینے کا اجر بڑھ جاتا ہے کیونکہ جمعے کے دن کو دوسرے
دنوں پر برتری حاصل ہے۔" (لآلی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۴۰ طبع قم)

بلکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے تو اس بابرکت دن کی اہمیّت کو نمایاں کرنے کے لیے اپنے شاگردوں سے یہاں تک فرمایا ہے :

" اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ قَبْلَ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاَخِّرْهُ اِلَی الْجُمُعَةِ۔"

" اگر تم جمعہ سے ایک دن پہلے کوئی چیز صدقے میں دینا چاہتے ہو تو اسے جمعہ تک کے لیے اُٹھا رکھو۔"

(بحار الانوار۔ جلد ۹۳ صفحہ ۱۵۹۔ طبع بیروت)

# ہمارے رہنما کس طریقے سے دوسروں کی مدد فرماتے تھے

حضرت ختمی مرتبت نے جزیرہ نمائے عرب میں ایک ایسے معاشرے کی طرح ڈالی جو عالمی بھی تھا اور مثالی بھی! اور حضورؐ نے اس کے تمام اجزائے ترکیبی بھی سب کو بتا دیے بلکہ سارے امکانات اور شرائط کی نشان دہی بھی فرما دی تھی۔ نیز دُنیا کو دکھا دیا کہ جس سماج کو اسلام پروان چڑھاتا ہے اس کے ہر شعبے میں سکون نظر آتا ہے۔ کہیں پر تفریق، امتیاز اور اونچ نیچ کے آثار نہیں ملتے۔

اس کے کسی کھیت میں انسان کی ہڈیوں کو کھاد بنا کر استعمال نہیں کیا جاتا اور نہ کسی کارخانے کی چمنی سے فرزندِ آدم کا لہو دھواں بن کر نکلتا ہے ——— !

بیماری، دکھی، جہالت، ناخواندگی اور فقر و افلاس کے ساتھ

داخلی تشنج اور اندرونی اضطراب سے بھی آدمی بچا رہتا ہے۔

گزشتہ ابواب میں تفصیلی طور پر عرض کیا جا چکا ہے کہ سرورِ انبیاء ؐ نے اس ہیئتِ اجتماعی کو برقرار رکھنے کے لیے قرآن کی زبان اور اپنے لہجے میں کچھ قانون قاعدوں سے امّت کو متعارف کرایا تھا۔ ان میں سے کچھ واجب تھے جن پر عمل کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اور بعض ضابطے ایسے بتائے جن پر آدمی خوش دلی سے اپنے طور پر کاربند ہو تو اس کو اور اس کے ماحول کو بے شمار فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ انھیں مستحبات کا نام دیا گیا ہے۔

مالیات کے شعبے میں بھی رحمتِ دو عالم ؐ نے دونوں طرح کے احکام نافذ فرمائے تھے ——— مگر صدقہ چونکہ خود اختیاری معاملہ تھا بنا بریں یہ بات ممکن تھی کہ کسی وقت بھی کسی حاجت مند کی عزّتِ نفس کا مسئلہ کھڑا ہو جائے اور لینے والے کو شرم و حیا اور حمیّت و خودداری کے ناتے کسی سے کچھ لینے میں تکلّف ہو۔ بنا بریں حبیبِ ؐ خدا نے اپنی خاص سرپرستی میں کچھ ایسے خدا پسند ذہن سنوارے جو مستقبل کے واسطے اس نوع کے تربیتی ادارے ثابت ہوئے جن کے اسلوبِ رُشد و ہدایت سے اخلاقیات کے جیتے جاگتے مدرسے اُبھرنے لگے۔

چُنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ عظیم رہنما جب کسی کی کمک

کرتے ہیں تو نہ تو صاحبِ احتیاج کے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے اور نہ نیاز مند کے احساسات میں خراش آتی ہے ــــــ!

سیّدۂ عالم جنابِ فاطمۂ زہرؑا کی مثال لے لیجیے۔ آپؑ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ داد و دہش انفرادی سطح کی ہو یا اجتماعی پیمانے کی' وقتی ضرورت پوری کی جارہی ہو یا دیر پا اعانت کا انتظام! ہر جگہ اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ قول و فعل سے نہ تو کسی کی انا کو زخم لگے اور نہ کسی کی غیرتِ نفس مجروح ہونے پائے۔

مسکینؔ، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کی بات ہو تو علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام' سب کی جانب سے مانگنے والے سے جس شفقت و مہربانی اور مہر و محبّت کا اظہار فرماتے ہیں وہ قرآن حکیم کا بھی نہایت پسندیدہ عنوان ہے:

"ہم صرف اللّٰہ کے لیے تمہاری مانگ پوری کر رہے ہیں۔ ہمیں نہ تو تم سے اس کا بدلہ چاہیئے اور نہ شکریہ درکار ہے۔"

گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ افراد کے ساتھ ان رہبروں کا یہ سلوک تھا اور جماعت کے ناتے سے جب ان کے رفاہی کاموں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے

کہ وہاں انسانیت نوازی کی سطح اور بھی اُونچی ہو گئی !

رسُولِ کریمؐ نے اپنی تنہا یادگار جناب خاتونِ جنتؑ کو اپنی زندگی ہی میں باغِ فدک عنایت فرما دیا تھا۔ اس کے علاوہ مخیریق کی دی ہوئی جائیداد بھی حضورؐ نے آپؑ کے نام لکھ دی تھی۔

ہاں ——— ! مخیریق علاقے کا ایک سربرآوردہ یہودی تاجر تھا جو مسلمان ہو گیا تھا۔ چونکہ اس کا کوئی وارث نہیں تھا اس لیے اس نے اپنی ساری املاک پیغمبرِ اکرمؐ کو تحفے کے طور پر پیش کر دی تھی۔ مخیریق نے جنگِ احد میں شہادت پائی۔

جنابِ سیدہؑ نے باپؐ کی رحلت کے بعد اس املاک کو خاندانِ ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے لیے وقف فرما دیا[1] تاکہ کسی کو اس خیرِ جاری سے استفادے میں کوئی تکلیف نہ ہو !

امیرالمومنین علیہ السلام کا طرزِ عطا اور اسلوبِ کرم کچھ یوں تھا۔ اگر دن کو کوئی سوالی آپہنچا تو حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ تم اُنگلی

---

[1] اس وقف کا حال احوال سیرتِ نبویؐ کی بیشتر کتابوں اور جناب سیدہؑ کی زندگی پر جو تحقیقی کام ہوئے ہیں ان سب میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر شیخ ذبیح اللہ محلاتی کی پیش کش ریاحین الشریعۃ کی دوسری جلد کے صفحہ ۶۲ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں وقف نامے کی عبارت بھی مرقوم ہے۔ مزید آگہی کے لیے فروع کافی جلد ۷ صفحہ ۴۸-۴۹۔ طبع تہران کا مطالعہ کیا جائے۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ مدینہ۔ سمہودی جلد ۲۔ صفحہ ۱۵۲

سے اپنا مطلب زمین پر لکھ دو۔ اور اگر رات کے وقت اس نیّت سے کوئی آ گیا تو آپؑ نے چراغ گُل کر دیا تاکہ عرضِ حال کے لمحوں میں اسے جھینپتے اور شرمسار ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکیں!

اور اجتماعی سود و بہبود کے سلسلے میں سرکارِ ولایت مآب کی یہ روش رہی ہے کہ زمین منتخب کی، خود ہی کنویں کھودے اور جب پانی نکل آیا تو گڑائی کی، ہالے بنائے، پودے لگائے اور جب نخلستان ڈہڈہانے لگے اور درخت پھل دینے پر آئے تو آپؑ نے اپنے سب فرزندوں کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے اس مضمون کا وقف نامہ سپردِ قلم فرمایا:

"یہ باغ مدینے کے غریبوں اور اس شہر میں آنے والے پردیسیوں کی فلاح و صلاح کے لیے وقف کیے جاتے ہیں۔"

عین لبغیبغہ اور عین ابی نیزر، علی ابن ابی طالبؑ کے اسی قسم کے موقوفات میں شامل ہیں۔ معروف دانشور مبرّد (متوفی ۲۸۵ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب الکامل میں ان دونوں زرخیز باغوں کی خاصی تفصیلات درج کی ہیں۔

(الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۵۳-۱۵۴ طبع بیروت اور اس کے ساتھ ملاحظہ ہو مستدرک الوسائل جلد ۲ صفحہ ۶۲-طبع قم)

اور رسولؐ کے بڑے نواسے حضرت امام حسن علیہ السّلام کا یہ دستور تھا کہ ضرورت مند جو مانگتا تھا اسے وہ دے کر بھی محسوس فرماتے تھے کہ

ع "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!"

تاریخوں کے مطابق امامِ عالی مقامؑ نے ایک وقت میں پچاس پچاس ہزار درہم تک سائلوں کو عطا کیے ہیں۔

صاحبِ مستدرک الوسائل نے حضرت امام رضا علیہ السّلام کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ نے اپنے گھر کے آدھے سازوسامان کو تین مرتبہ اللہ کی راہ میں دے دیا۔

(مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۶۰)

نیز حضرت امام حسین علیہ السّلام کے بارے میں مورّخ لکھتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ آپؑ مسجد میں مشغولِ عبادت تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے کچھ طلب کیا۔ امامِ عالی مقام نے قنبر سے دریافت فرمایا۔ کچھ رقم دینے دلانے سے بچی ہے؟ قنبر نے عرض کی۔ جی ہاں! چار ہزار دینار ابھی ہیں۔ امامؑ نے فرمایا جاؤ وہ رقم لے آؤ۔ قنبر رقم کی تھیلی لے کر آ گئے۔ امام حسین علیہ السّلام نے وہ تھیلی سائل کے حوالے کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ بھائی! یہ رقم کم تو نہیں ہے؟ تمھاری ضرورت پوری ہو جائے گی؟"

{مستدرک الوسائل۔ جلد ۷ صفحہ ۲۴۷<br>مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۶۵}

سرکار امام زین العابدین علیہ السلام اپنی پشتِ مبارک پر سامان رکھ کر راتوں کو نکلتے تھے اور شب کی تاریکی میں گھر گھر جا کر خستہ حال لوگوں میں رقم کے علاوہ اناج، کپڑے اور اسی طرح روز مرّہ ضروریات کی چیزیں بلاناغہ تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس مشقّت سے آپؑ کے شانوں اور پیٹھ پر بڑے بڑے گٹّے پڑ گئے تھے! اس کا انکشاف آپؑ کی شہادت کے بعد ہوا۔

(مستدرک الوسائل جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک یہی وتیرہ ہمارے تمام اماموں کا رہا ــــــــــــــ!

اللہ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

# حوالے کی کتابیں

| صاحبِ تصنیف | کتاب کا نام | نمبر شمار |
|---|---|---|
| | قرآن حکیم | ۱ |
| فرات ابن ابراہیم کوفی | تفسیر فرات | ۲ |
| فضل ابن حسن طبرسی | مجمع البیان | ۳ |
| علی ابن ابراہیم قمی | تفسیر قمی | ۴ |
| ابوالفتوح رازی | تفسیر روح الجنان | ۵ |
| سید محمد حسین طباطبائی | تفسیر المیزان | ۶ |
| حاکم حسکانی | شواہد التنزیل | ۷ |
| فخرالدین رازی | تفسیر کبیر | ۸ |
| ابوعبداللہ قرطبی | الجامع لاحکام القرآن | ۹ |

| نمبر شمار | کتاب کا نام | صاحبِ تصنیف |
| --- | --- | --- |
| ۱۰ | تفسیر القرآن العظیم | ابنِ کثیر دمشقی |
| ۱۱ | تفسیر روح المعانی | شہاب الدین محمود الوسی |
| ۱۲ | معالم التنزیل | رکن الدّین نحوی |
| ۱۳ | مجمع البحرین | فخر الدّین طریحی |
| ۱۴ | المفردات | راغب اصفہانی |
| ۱۵ | مجمع البیان الحدیث | عاطف سمیح الزّین |
| ۱۶ | لسان العرب | ابنِ منظور |
| ۱۷ | نہج البلاغہ | حواشی: شیخ محمد عبدہ - ترتیب: ڈاکٹر صبحی صالح |
| ۱۸ | فروع کافی | محمد ابن یعقوب کلینی |
| ۱۹ | وسائل الشیعہ | شیخ حرّ عاملی |
| ۲۰ | بحار الانوار | علامہ محمد باقر مجلسی |
| ۲۱ | مستدرک الوسائل | میرزا حسین نوری |
| ۲۲ | لآلی الاخبار | محمد نبی تویسرگانی |
| ۲۳ | ثواب الاعمال | شیخ صدوق |
| ۲۴ | المصباح | شیخ کفعمی |
| ۲۵ | نہج الفصاحہ | ابوالقاسم پاینده |
| ۲۶ | فقہ الزکاۃ | ڈاکٹر یوسف قرضاوی |
| ۲۷ | الکامل | محمّد ابنِ یزید المبرّد |
| ۲۸ | حقیقت الزکوٰۃ | ابوالکلام آزاد |

# مسئلۂ خمس

ایک رہنما کاوش ✧ ایک مثالی کتاب ✧ ایک نمائندہ تحریر

تحقیق و نگارش : حضرت آیۃ اللہ علامہ سیّد ابن حسن نجفی

- اُردو زبان میں "استدلالی فقہ" پر اوّلیں پیش کش !
- خمس اسلامی اقتصادیات کا بڑا اہم موضوع، اور زکوٰۃ کی طرح انتہائی برجستہ مالی عبادت ہے۔
- تفسیر و حدیث، روایت و درایت، قانون و فلسفۂ قانون، تاریخ و تنقید نیز عہدِ نبوی کے مجموعۂ وثائق اور دستاویزی شہادتوں کی روشنی میں اِس مسئلے کا جائزہ لیا گیا ہے۔
- علم و آگہی سے بھرپور اِس مجموعے کا ہر ورق فکر و نظر کی خوبیوں اور زبان و بیان کی رعنائیوں کا دل آویز مرقع ہے۔


ناشر

اِدارۂ تمدّنِ اسلام

ملنے کا پتہ

خُراسان بُک سینٹر

۱۲- سنیعہ آرکیڈ بریٹو روڈ کراچی ۷۴۸۰۰

فون : ۷۲۱۴۷۱۷ - ۷۲۲۱۷۱۸


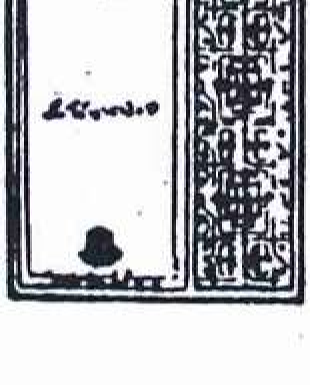

[illegible]

[illegible]